جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دارالتقویٰ

لاہور

۱۴۴۱ھ
2020ء

چالیس روزہ دینی و اخلاقی

تربیتی کورس

- عقائد
- فقہی مسائل
- اخلاقیات
- آداب معاشرت

چھپ کر آچکی ہے

برائے رابطہ: 0304-4167581

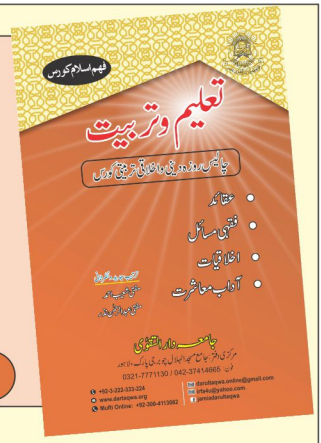

ہمارا مشن علم کی روشنی کو ہر گھر تک پہنچانا

جامعہ دارالتقویٰ کی مطبوعات

کتب	قیمت
دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار	120
دائمی نقشہ اوقات نماز و سحر و افطار (پاکٹ سائز)	10
مسنون حج و عمرہ	40
مسنون عمرہ	40
صبح و شام کے مسنون اذکار	20
چہل حدیث	30
رہنمائے رمضان	———
اعتکاف (فضائل و مسائل)	———
قربانی (فضائل و مسائل)	———
موبائل فون کے بارے میں چند مسائل	20
رکوع سجدہ سے معذور شخص کیلئے نماز پڑھنے کا طریقہ	20
اشاعت خاص حاجی عبدالوہاب صاحبؒ	500
اشاعت خاص حضرت مولانا جمشید صاحبؒ	———
اشاعت خاص حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحبؒ	———
تعلیم و تربیت	———

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دارالتقوی لاہور 0304-4167581

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ

دارالتقویٰ

لاہور

بدعا حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 10 ربیع الاول ۱۴۴۲ھ -- نومبر 2020ء شمارہ 3

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر
حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر مسئول
مولانا عبدالودود ربانی

مجلس مشاورت
حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت
مفتی محمد اسامہ
مولانا ذوالکفل

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 03005553616 04235967905

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: ۳۰ روپے

سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

مقام اشاعت
متصل جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر
1001820660001
ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کمرشل بینک)

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

نومبر 2020ء

فہرست

حرف اولین

وقف املاک بل کیا ہے؟ — مولانا عبدالودود ربانی — 5

درس قرآن

میرا پیغمبر ﷺ عظیم تر ہے — مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ — 11

سیرت النبی ﷺ

محبوب ﷺ کے تابندہ ماہ وایام — شفیق الدین الصلاح — 13

میرے آقا ﷺ — اہلیہ مفتی حماد فضل — 26

تعلیم و تعلم

درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں؟ — مفتی تقی عثمانی صاحب — 30

تذکرہ اسلاف

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتیؒ بھی ہم سے جدا ہو گئے — آمنہ خاتون — 38

حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہیدؒ — مولانا عزیز الرحمن عظیمی — 43

حضرت مولانا نور محمد صاحبؒ — قاری محمد عبدالمالک — 46

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ — مولانا ذوالکفل — 49

سفر نامہ

جہان دیدہ — مفتی تقی عثمانی صاحب — 52

تبصرہ کتب

تصانیف حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب — مفتی شعیب احمد — 57

دارالافتاء والتحقیق

آپ کے مسائل کا حل — 62

اداریہ

حرف اولین

وقف املاک بل کیا ہے؟

گذشتہ ماہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں FATF (فنانشل ایکشن ٹاسک فورس) کی ہدایات پر اینٹی منی لانڈرنگ، انسداد دہشت گردی ایکٹ میں ترامیم اور اسلام آباد وقف املاک بل 2020 (جو وفاقی دارالحکومت کی مساجد و مدارس اور وقف املاک کے حوالے سے ہے) جس طرح تمام پارلیمانی ضوابط کو نظر انداز کر کے نہایت عجلت میں منظور کیا گیا اس پر ملک بھر میں بحث وتمحیص کا سلسلہ جاری ہے، اپوزیشن سمیت تمام دینی طبقات نہ صرف شدید تحفظات کا شکار ہیں بلکہ بہت سے مقتدر مذہبی حلقوں نے تو اسے ملکی آزادی وخودمختاری کے سودے اور ملک کو عالمی طاقتوں کی غلامی میں دینے کے مترادف بھی قرار دیا ہے۔ان کا موقف یہ ہے کہ یہ بل مدارس اور مساجد کے خلاف شروع کی گئی عالمی مہم کا حصہ ہے جس کا مقصد مساجد و مدارس اور فلاحی اداروں کے معاشی نظام کا گلا گھونٹنا ہے اس حوالے سے معتدل مزاج اور متوازن رائے کے حامل عالم دین شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی سمیت جید علماء کرام نے بھی حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کو آڑے ہاتھوں لیا ہے اور کہا ہے کہ آخر ایسی کیا آفت آن پڑی تھی کہ اس قدر حساس معاملے پر حکومت نے عجلت اور جلد بازی میں پارلیمنٹ سے یہ قانون منظور کروایا، اپوزیشن سے مشاورت کی گئی نہ مقتدر مذہبی حلقوں کو اعتماد میں لیا گیا اور نہ ہی جید علماء کرام سے رائے لی گئی حتیٰ کہ اس معاملے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کو بھی یکسر فراموش کر دیا گیا۔ایکٹ کی تیاری سے لے کر منظوری تک کے جملہ مراحل میں نہ صرف اسلامی تعلیمات کو پیش نظر نہیں رکھا گیا بلکہ آئین پاکستان سمیت ہماری معاشرتی روایات اور تہذیبی اقدار کو بھی خاطر میں نہیں لایا گیا اور نہ ہی اس ایکٹ سے پاکستان کے مستقبل پر پڑنے

والے اثرات کو مدنظر رکھا گیا۔ہم بجا طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اس ایکٹ کے ذریعے پاکستان کی خود مختاری،حریت وآزادی اورقومی سلامتی کو داؤ پر لگا دیا گیا ہے۔اس کے مقاصد اور وجوہات میں باقاعدہ لکھا گیا ہے کہ ہم ایف اے ٹی ایف کی ہدایات پر یہ ایکٹ بنا رہے ہیں یعنی قانون سازی کا اختیار پارلیمنٹ کی بجائے ایف اے ٹی ایف کو دے دیا گیا۔

اگر تاریخ پاکستان کا عمیق مطالعہ کیا جائے اوران عوامل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے جو آج تک نظریہ پاکستان کے احیاء کا باعث بنے رہے اور جنہوں نے پاکستان کی ثقافتی ،تہذیبی اور معاشرتی میراث کی حفاظت اورارض پاک کی نظریاتی سرحدات کے تحفظ میں بنیادی کردار ادا کیا تو ان میں ہمارے علماء کرام کا کردار نمایاں اور واضح نظر آتا ہے۔مغرب کی نظری وفکری یلغار ہو یا لادین قوتوں کی بھرمار انتہا پسندی اور شدت پسندی جیسی لعنت ہو یا فرقہ واریت کا عفریت ہر موقعہ پر ان معتدل اور وسیع النظر علمائے کرام نے اسلام کا صحیح اور متوازن رخ پیش کر کے دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملایا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ آج جب ایف اے ٹی ایف (FATF) کی بلیک لسٹ والی تلوار ہمارے سروں پر لٹک رہی ہے ہم علماء کرام کو اعتماد میں لیتے اوران کے مثبت اور تعمیری کردار سے مستفید ہوتے ہم یقین سے کہ سکتے ہیں کہ ان کے تعاون سے ہم ضرور کسی ایسے نتیجے پر پہنچ جاتے جس سے FATF کا سانپ بھی مرجاتا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹتی۔نیز اس وقت ملک کے تمام مسالک کے علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یہ وقف املاک بل جو پارلیمنٹ نے جلدی میں پاس کیا ہے،اس کے کئی حصے دستورِ پاکستان کے خلاف تو ہیں ہی،شرعی تعلیمات سے بھی متصادم ہیں اس قانون پر تبصرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس متنازعہ قانون کے کچھ نکات سامنے آجائیں۔

وقف بل ہے کیا؟

اس سوال کے جواب میں سادہ لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنی املاک یا جائیداد وقف کرنے کے تصور کا خاتمہ،وقف کی بنیاد پر قائم اداروں کو سرکاری تحویل میں لینے کے لئے عمل کا آغاز اور معاشرے کی فلاح وبہبود اور دینی خدمات میں مصروف افراد کی حوصلہ شکنی۔اس قانون کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

(۱) اینٹی منی لانڈرنگ یعنی منتقلی رقوم

(۲) اینٹی ٹیررازم یعنی انسداد دہشت گردی

(۳) اوقاف کنٹرول پالیسی۔ اس کے تیسرے جزء میں پنجاب وقف املاک بورڈ ۱۹۷۹ء کو منسوخ کر کے دارالحکومت وقف املاک ایکٹ ۲۰۲۰ء منظور کیا گیا ہے جس کے مطابق:

(۱) وفاق کے زیر اہتمام علاقوں میں مساجد و امام بارگاہوں کے لیے وقف زمین چیف کمشنر کے پاس رجسٹرڈ ہوگی اور اس کا انتظام و انصرام حکومتی نگرانی میں چلے گا۔

(۲) حکومت کو وقف املاک پر قائم تعمیرات کی منی ٹریل (آمدن و خرچ) معلوم کرنے اور آڈٹ (احتساب) کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

(۳) وقف زمینوں پر قائم تمام مساجد، امام بارگاہیں اور مدارس وفاق کے کنٹرول میں ہوں گے۔

(۴) وقف املاک پر قائم عمارتوں کے منتظم منی لانڈرنگ میں ملوث پائے گئے تو حکومت ان کا انتظام سنبھال لے گی۔

(۵) قانون کی خلاف ورزی پر ڈھائی کروڑ جرمانہ اور پانچ سال تک سزا ہو سکے گی۔

(۶) حکومت چیف کمشنر کے ذریعے وقف املاک کے لیے منتظم اعلیٰ تعینات کرے گی۔

(۷) منتظم اعلیٰ کسی خطاب، لیکچر یا خطبے کو روکنے کی ہدایات دے سکے گا۔

(۸) منتظم اعلیٰ قومی خودمختاری اور وحدانیت کو نقصان پہنچانے والے کسی معاملے کو بھی روک سکے گا۔

(۹) خطبے یا تقریر کی شکایت کی صورت میں چھ ماہ تک قید رکھا جا سکتا ہے، جس کے لیے وارننگ کی ضرورت ہوگی۔ چھ ماہ تک اس کی ضمانت ہوگی نہ عدالت مداخلت کر سکے گی۔ جرم ثابت نہ ہوا تو چھ ماہ بعد رہائی ملے گی مگر اس حبس بے جا پر سوال نہیں کیا جا سکے گا۔

(۱۰) مسجد اور مدرسے کو چلانے والی انجمن کے تمام عہدیداروں کی مکمل ویری فیکیشن (تصدیق) ہوگی اور ان کا ٹیکس ریکارڈ بھی چیک کیا جائے گا۔

(۱۱) مسجد اور مدرسے کو زمین یا فنڈ دینے والے اپنی منی ٹریل بھی دیں گے کہ اس نے یہ رقم کہاں

سے حاصل کی۔

(۱۲) مسجد اور مدرسہ کسی وقت اخراجات، فنڈنگ کرنے والوں کی تفصیل یا منی ٹریل نہ دے سکے گی تو وہ عمارت حکومت کے قبضے میں چلی جائے گی۔''

"وقف" کو دین میں بہت اہمیت حاصل ہے، املاک کا وقف کرنا خالصتاً اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوتا ہے۔شریعت محمدیہ میں املاک وقف کرنے، صدقہ وخیرات کرنے، قال اللہ وقال الرسول کو عام کرنے اور عوامی فلاح وبہبود کے منصوبوں پر خرچ کرنے کی بے پناہ ترغیب آئی ہے۔مساجد، دینی مدارس اور اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے املاک اور اموال وقف کرنے اور خرچ کرنے کے عمل کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کہا گیا ہے اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا موجب قرار دیا گیا ہے۔لیکن اس قانون میں وقف کے اسلامی تصور کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا گیا۔ موجودہ قانون کی موجودگی میں وفاقی دارالحکومت میں وقف کی گئی املاک یا وقف کی جانے والی جائدادیں، فلاحی وخیراتی ادارے قائم کرنا اور چلانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہوجائے گا۔

چیف کمشنر کے نامزد کردہ ناظم اعلیٰ اوقاف کو لامحدود اختیارات دے دیے گئے ہیں اور اس کو مساجد، مدارس، دینی اداروں اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے چلنے والے اداروں کا مختارِ کل بنا دیا گیا ہے۔

اس قانون میں مساجد، دینی مدارس اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کے لیے قائم دیگر اداروں پر غیر ضروری قواعد وضوابط لاگو کرکے ان اداروں کے لیے املاک وقف کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، جو کہ سراسر ایک اسلامی فلاحی ریاست کے تصور کے بھی منافی ہے اور بنیادی انسانی حقوق سے بھی متصادم ہے۔

ناظمِ اعلیٰ کو بذریعہ اعلامیہ اختیار دینا ٹھیک نہیں کہ وہ کسی بھی وقت وقف املاک کا قبضہ، اس کا انتظام و انصرام، کنٹرول اور دیکھ بھال اپنے زیر اختیار کرلے۔کسی بھی دینی خدمات، تقاریب، مذہبی، روحانی پروگراموں کے لیے ناظمِ اعلیٰ سے پیشگی اجازت لینی پڑے گی، خلاف ورزی کی صورت میں ڈھائی کروڑ تک جرمانے کا اختیار ناظم اعلیٰ کو دیا گیا ہے جو مذہبی و دینی معاملات میں مداخلت ہے۔

ناظم اعلیٰ اوقاف کے حکم کو کسی بھی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکے گا، یہ شاہی فرمان بھی بنیادی

انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

ناظم اعلیٰ اوقاف کو یہ بھی اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دینی مدارس کا نصاب بنانے کے لیے ہدایات جاری کرے، اس حکم نامے کو مدارس کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔

اپنی املاک کسی دینی یا خیراتی ادارے کو وقف کرنے سے پہلے رجسٹریشن کرانا ہوگی اور رجسٹریشن کا قانون اس قدر پیچیدہ اور مشکل ہے کہ اللہ کی پناہ! ویسے بھی لوگوں کی اکثریت وقف کرنے سے پہلے رجسٹریشن کے چکروں میں پڑنے سے کترائے گی لیکن اگر کسی نے ہمت کر ہی لی تو اسے رجسٹریشن کی بھول بھلیوں میں اتنا تھکایا جائے گا کہ وہ وقف کا ارادہ ہی ترک کر دے، یوں اس بل میں وقف سے پہلے رجسٹریشن کی شرط لگا کر وقف کے عمل کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔

مسجد اور مدرسے کو زمین یا فنڈ دینے والے اپنی منی ٹریل بھی دیں گے کہ اس نے یہ رقم کہاں سے حاصل کی، اس شق کی موجودگی میں کون مسجد، مدرسے یا کسی خیراتی ادارے کو فنڈنگ کرے گا؟

دینی مدارس لاکھوں طلبہ وطالبات کی تعلیم، رہائش، خوراک کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں اور انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کر کے ملک وقوم کی دینی، ملی اور معاشرتی ضرورت کو پورا کر رہے ہیں اور ارض پاک کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لئے دن رات کوشاں ہیں، ان لاکھوں مساجد، مدارس، خانقاہوں، فلاحی اداروں اور مدارس میں زیر تعلیم لاکھوں طلباء وطالبات کو ایک فرد (ناظم اعلیٰ اوقاف) کے رحم وکرم پر چھوڑنا دانش مندی نہیں۔ جس طرح ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ملیں اور کارخانے قومیائے گئے اور سب کا ستیاناس کر دیا گیا اسی طرح تمام مساجد ومدارس اور رفاہی وفلاحی اداروں کو قومیانے اور سرکاری تحویل میں لینے کی منصوبہ بندی اور تیاری کی جارہی ہے اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو خدشہ ہے کہ ان اداروں کا بھی وہی حال ہوگا جو بھٹو دور میں قومیائی گئی ملوں اور کارخانوں کا ہوا یا جو دیگر سرکاری اداروں کا ہے۔

یہ قانون بلا مبالغہ مدارس، مساجد اور رفاہی فلاحی اداروں کو کنٹرول کرنے کی طرف ایک قدم ہے، پہلے مرحلے میں اسے اسلام آباد کی حد تک لاگو کیا جائے گا، اگر اس کے مثبت نتائج سامنے آئے اور ارباب مساجد ومدارس نے اسے ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لیا تو پھر اس کا دائرہ ملک بھر تک بڑھا دیا جائے گا، اب یہ

دینی جماعتوں کے قائدین اور دینی علمی مراکز کے رؤساء کو فیصلہ کرنا ہے کہ آیا وہ مندرجہ بالا جکڑ بندیوں کو تسلیم کر کے اسلامی فلاحی مملکت سے مسجد و مدرسے کا انتظام و انصرام حکومت کے ہاتھ میں دے کر حق گوئی و بے باکی سے سبکدوش ہونے کے لئے تیار ہیں یا اس قانون کو غیر آئینی و غیر شرعی سمجھتے ہوئے اس کے خلاف احتجاج سمیت ہر قانونی جنگ لڑنا چاہتے ہیں۔ اگر فی الواقع آپ سمجھتے ہیں کہ مذکورہ قوانین نئی مساجد و مدارس کی بناء، تعمیر شدہ مساجد و مدارس کی خودمختاری، مدارس کے معاشی قتل اور کلمہ حق کہنے کی آزادی کے خلاف ہیں تو پھر ضروری ہے کہ دینی قیادت ایک بیانیے پر متفق ہو، اس کا قانونی، معاشرتی اور فقہی طور پر جائزہ لے، مبینہ خدشات و خطرات کا ادراک کرے تاکہ دینی مکاتب فکر کی مشترکہ رائے سامنے آئے اور اگر فی الواقع یہ قانون ملک و قوم کے لیے نقصان دہ ہے تو اس کے سد باب اور روک تھام کے لیے مشترکہ جدوجہد کا اہتمام کیا جائے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ دینی جماعتوں کی قیادتیں اور اربابِ مدارس اس سلسلہ میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔

حکومت وقت کو از خود چاہئے حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے وقف املاک ایکٹ 2020 پر نظر ثانی کرے، کیونکہ یہ قانون نہ صرف انسانی حقوق، دستور پاکستان اور دینی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ کرپشن کا ایک نیا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس سلسلے میں اسٹیک ہولڈرز کی رائے لی جائے، ان کے تمام خدشات اور تحفظات کا ازالہ کیا جائے۔ اس قانون کی جو شقیں غیر آئینی ہیں اور بنیادی انسانی حقوق اور دینی تعلیمات کے صریح خلاف ہیں ان کو تبدیل کیا جائے اور اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی رائے لی جائے۔ اللہ تعالیٰ ارضِ پاک کو ہر قسم فتنہ و فساد سے محفوظ رکھے اور صحیح معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مسؤل ماہ نامہ دارالتقوی

درس قرآن

میرا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم تر ہے

مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

سورۃ القلم آیت نمبر 4

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

ترجمہ: "اور بیشک آپ بڑے اخلاق والے ہیں"۔

تفسیر:

اس میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلق عظیم کی تعریف بھی ہے اور آپ کے دشمنوں کی تردید بھی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ کاملہ سے نوازا ہے آپ کے اخلاق ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں جو آپ کو مجنون کہتے تھے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کی ایک جھلک دیکھنا چاہیں تو احادیث شریفہ میں جو آپ کے مکارم اخلاق اور معاشرت و معاملات کے واقعات لکھے ہیں ان کا مطالعہ کر لیا جائے تو راۃ شریف تک میں آپ کے اخلاق فاضلہ کا ذکر پہلے ہی سے موجود تھا۔ (دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱۸۵)

آپ صاحب خلق عظیم تھے اپنی امت کو بھی اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے تھے موطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: **بعثت لاتمم حسن الاخلاق**، میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت ابو الدرداء (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ قیامت کے دن مومن کی ترازو میں جو سب سے زیادہ بھاری چیز رکھی جائے گی وہ اس کے اچھے

اخلاق ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ فحش گو اور بدکلام کو اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتا ہے۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے تم میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ محبوب ہیں جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ ایمان والوں میں کامل ترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۱)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے ان کے ایک شاگرد نے پوچھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھر میں کس طرح رہتے تھے انہوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے یہ بھی بیان کیا کہ آپ نے بھی کسی کو اپنے دستِ مبارک سے نہیں مارا نہ کسی عورت کو نہ کسی خادم کو ہاں اگر فی سبیل اللہ جہاد میں کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور اگر کسی سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو اس کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ کی حرمت والی چیزوں میں سے کسی کی بے حرمتی ہونے لگتی تو آپ اس کا انتقام لے لیتے تھے۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے یہ بھی فرمایا کہ آپ نہ فحش گو تھے نہ بتکلف فحش گو بنتے تھے اور نہ بازاروں میں شور مچاتے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف فرماتے اور درگزر فرما دیتے تھے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت انس (رضی اللہ عنہا) نے بیان کیا کہ میں نے دس سال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت کی مجھ سے کوئی نقصان ہو گیا تو کبھی ملامت نہیں فرمائی، اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی کی طرف سے ملامت ہوتی تو فرماتے کہ چھوڑو جانے دو جو چیز مقدر میں تھی وہ پیش آنی ہی تھی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۱۹ عن المصابیح)

حضرت عبداللہ بن حارث (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑھ کر مسکرانے والا میں نے نہیں دیکھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۲۰)

حضرت معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو جب آپ نے (یمن جانے کے لیے) رخصت فرمایا تو جب انہوں نے رکاب میں پاؤں رکھا تو آخری وصیت یہ فرمائی کہ احسن خلقک للناس کہ لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔ (رواہ مالک)

ام المومنین سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ بے شک مومن آدمی اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے راتوں کو نمازوں میں قیام کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کا درجہ پا لیتا ہے۔ (رواہ ابوداؤد) ❁❁❁

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تابندہ ماہ وایام

شفیق الدین الصلاح، تیمر گرہ

اس سے کس کو انکار ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ کا ذکر خواہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو؛ اس کے لیے بڑے سے بڑے دفتر بھی کم ہیں، آپ کے کمالات، معجزات، غرض کون سا باب ایسا ہے کہ جس کا کافی ذکر کیا جاسکے، یا اس کا احصاء کسی کے امکان میں ہو؟! اسی لیے اس بحر ذخار کے چند قطروں پر اکتفا کرتا ہوں.....لیکن.....

زبان قلم میں یہ جوہر کہاں　　کہ ہوصفتِ پیمبر میں گوہر فشاں

ذاتِ اقدس کا نسب مبارک

خدائے تعالیٰ نے تمام انساب میں سے اپنے محبوب کا نسب شروع ہی سے افضل اور ارفع بنایا ہے، حتی کہ کفار ومشرکین نے بھی اس کی تصدیق وتوثیق کی ہے۔

والد کی طرف سے نسب

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ (سیرۃ ابن ہشام 1/10)

والدہ کی طرف سے نسب

محمد بن آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھرہ بن کلاب "کلاب" پر آ کر دونوں نسب مل جاتے ہیں: عدنان تک آپ کا نسب متفق علیہ ہے اور "عدنان" کے بعد "حضرت آدم" تک کا نسب مختلف فیہ ہے۔
(سیرۃ ابن ہشام 1/10 وذکر مبارک:3)

ولادت سے قبل

ولادت سے پہلے ہی برکات کا ظہور شروع ہو گیا تھا، جب یہ آفتاب نبوت طلوع ہونے کے قریب ہوا، تو اطرافِ عالم میں بہت سے ایسے واقعات رونما کیے گئے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دے رہے تھے، جن کو محدثین کی اصطلاح میں ارھاصات کہا جاتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

1..خواب میں بشارت، یہ حمل (یعنی بچہ) پیدا ہو کر امت کا سردار بنے گا۔

2..حمل ٹھہرنے کے بعد والدہ ماجدہ نے ایک نور دیکھا، جس سے شام کے محلات سامنے آ گئے۔

3..حالت حمل میں کوئی گرانی محسوس نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی متلی، قے وغیرہ آئی۔ جو کہ عموماً حاملہ عورتوں کو آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

تاریخ ولادت

مؤرخین نے آپ کی تاریخ پیدائش میں شدید اختلاف کیا ہے، سوائے اس کے کہ وہ سال عام الفیل تھا اور پیر کا دن تھا، باقی سال، مہینہ اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ (سیرت ابن ہشام 1/226)

ماہ وسال.....

بعض نے 570ء اور بعض نے 571ء کہا ہے، لیکن راجح دوسرا قول ہے: بعض کے نزدیک آپ کی پیدائش کا مہینہ "رمضان" ہے، جب کہ اکثر کے نزدیک "ربیع الاول" ہے اور یہی راجح ہے۔ (الروض الانف 1/245)

تاریخ.....

اس میں چار پانچ اقوال ملتے ہیں، چناں چہ کسی نے 2، کسی نے 3، 8، 10 اور 12 کا ذکر کیا ہے، مشہور

اس میں سے 12 ربیع الاول ہے،لیکن تحقیق کے زیادہ قریب 8 ربیع الاول ہے۔(حاشیہ تاریخ اسلام محمد میاں:17)

جائے ولادت

وہ مکان ہے جو بعد میں حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ آیا۔(سیرت رسول:36)

تحقیق ختنہ

آپ صلی اللہ علیہ مختون پیدا ہوئے تھے صاحب زادالمعاد نے اس کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں:

1..آپ مختون ہی پیدا ہوئے تھے۔

2..حضرت حلیمہ کے ہاں جب آپ کا شق صدر کیا گیا تو ساتھ ہی ختنہ کر دیا گیا۔

3..آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا ختنہ ساتویں دن کر دیا، ساتویں دن آپ کا عقیقہ بھی ہوا۔(زادالمعاد 1/99)

رضاعت

تین عورتوں نے آپ کو دودھ پلایا ہے:

1..حضرت آمنہ والدہ ماجدہ، سات دن تک۔

2..حضرت ثویبہ نے۔

3..اور پھر اس کے بعد پر حضرت حلیمہ نے۔(زادالمعاد:90)

آپ کی نشوونما

آپ کی نشونما عام بچوں کی طرح نہیں تھی، دوسرے مہینہ میں ہاتھ سے اشارہ کرنے لگے اور چوتھے ماہ میں آپ بذات خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے تھے اور سال کے اختتام پر چلنا شروع کر دیا تھا اور باتیں بھی کرنے لگ گئے تھے۔(ذکر مبارک، افادات زکریا:26)

والدین کی وفات

آپ کے والد حضرت عبداللہ کے انتقال کے بارہ میں مؤرخین کا اختلاف ہے، مشہور قول کے

مطابق آپ کے والد کا انتقال اسی وقت ہوا تھا، جب آپ حالت حمل میں تھے اور بعض لکھتے ہیں کہ آپ گود میں تھے، جب کہ بعض کے نزدیک حضرت عبداللہ کا انتقال اس وقت ہوا، جب آپ کی عمر 7 ماہ کی تھی اور بعض نے کہا کہ 18 ماہ کی تھی، لیکن زادالمعاد نے اول الذکر قول کو ترجیح دی ہے۔

آپ کی والدہ اپنے یتیم بچے کو لے کر حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لیے روانہ ہوئیں، اور کچھ دن قیام فرمایا، واپسی پر آتے ہوئے مقام ابواء میں حضرت آمنہ بھی انتقال کر گئیں، اس وقت آپ کی عمر کچھ برس کی تھی (تاریخ اسلام، ڈاکٹر شریفی صاحب)

اسم مبارک

آپ کا "محمد" نام جدامجد عبدالمطلب نے رکھا تھا، اول "احمد" نام والدہ ماجدہ نے رکھا تھا، آپ کے القاب واسماء علامہ قسطلانی کے نزدیک 400 سے زیادہ ہیں، جب کہ ابن دحیہ نے بعض صوفیاء سے ایک ہزار تک نقل کیے ہیں۔ (ذکر آقا:25)

شقِ صدر

چار مرتبہ آپ کا سینہ چاک کیا گیا۔

1۔۔جس وقت آپ حضرت حلیمہ کے پاس تھے، تقریباً چار سال کی عمر میں۔

2۔۔ایک صحراء میں، دس سال کی عمر تھی۔

3۔۔بعثت کے وقت، ماہ رمضان یا ماہ ربیع الاول، غار حراء میں۔

4۔۔معراج کے لیے جب تشریف لے گئے تھے۔ (تاریخ اسلام:18)

چچا پھوپھیاں

آپ کے چچاؤں کے بارے میں مختلف اقوال منقول ہیں:

1۔۔بعض نے 10 تعداد بتائی ہے۔

2۔۔بعض نے 11 کی تعداد بتائی ہے۔

3۔۔بعض نے 9 یا 12 بتلائی ہے۔

اور چھ پھوپھیاں تھیں۔ جوسب کی سب مشرف باسلام ہوئیں۔(الروض الانف:245)

ازواج مطہرات واولاد

آپ کی ازواج مطہرات، جوآپ کی صحبت میں رہی ہیں، ان کی تعداد گیارہ ہے اور جن سے صرف نکاح ہوا، شرفِ صحبت حاصل نہیں ہوا تو ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔(زادالمعاد:138 سیرت الرسول:63)

اولاد میں چار بیٹیاں اور تین یا چار بیٹے (علی اختلاف الاقوال) ہیں، لیکن راجح قول تین کا ہے۔

ترتیب ولادت میں بھی مختلف اقوال منقول ہیں، بعض کے نزدیک ترتیب یوں ہے قاسم، حضرت زینب، حضرت رقیہ، ام کلثوم، حضرت فاطمہ۔ اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ حضرت رقیہ ان تینوں میں بڑی تھیں اور ام کلثوم سب سے چھوٹی تھیں اور پھر حضرت عبداللہ مشہور قول کے مطابق طیب اور طاہر دونوں ان کے القاب تھے اور بعض کے نزدیک طیب اور طاہر دونوں علیحدہ علیحدہ صاحبزادے ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ چار کے قائل ہیں اور پھر حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی۔(الروض الانف:361)

غزوات وسرایا

غزوات کی تعداد میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، بعض نے 27، بعض نے 25 اور بعض نے 29 کا ذکر کیا ہے، اول الذکر قول راجح ہے اور سرایا کی تعداد تقریباً 60 کے قریب ہے۔(زادالمعاد:154)

63 سالہ زندگی میں مشہور واقعات

ولادت والے سال

اسی سال ابرہہ نے بیت اللہ پر لشکر کشی کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔(ذکر مبارک:18)

قبل الولادہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا تھا، ان کی عمر تقریباً 25 سال تھی۔(ذکر مبارک:65)

اسی سال نور مہتاب حضرت محمد مصطفی دنیا میں تشریف لائے۔(الرحیق المختوم:32)

ولادت کے دوسرے سال

آپ حضرت حلیمہ کے ہاں چلنے پھرنے اور بات کرنے کے قابل ہوگئے تھے۔(ذکر مبارک:26)

اور آپ حضرت حلیمہ کے گھر میں رہے، آپ کی برکت سے خدا تعالی نے ان کو بہت خیر و برکت سے نوازا، آپ اپنے رضاعی بہن، بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جایا کرتے۔ (تاریخ اسلام:28)

ولادت کے چوتھے سال

قبیلہ بنوسعد کے محلہ میں آپ کا پہلا شق صدر کیا گیا۔ (الرحیق المختوم:38)

پانچویں سال

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس سال یعنی پانچ سال اور ایک ماہ کی عمر میں حضرت حلیمہ نے اپنے لختِ جگر کو ان کی نسبی والدہ ماجدہ کے حوالہ کیا۔ (الروض الانف:340)

چھٹا سال

اس عمر میں آپ اپنی والدہ حضرت آمنہ کے پاس تھے، ایک دن حضرت آمنہ بمع اپنے بیٹے کے دیدار قبر عبداللہ کے لیے گئیں اور راستہ میں انتقال فرما گئیں اور کہا گیا ہے کہ آپ کی اس وقت عمر 4 سال تھی۔ (الرحیق المختوم:38، تاریخ اسلام:36)

اسی سال والدہ کی وفات کے بعد آپ حضرت ام ایمن کی پرورش میں چند دن رہے۔ (زادالمعاد:102)

اس کے بعد آپ کا ذمہ حضرت عبدالمطلب نے اٹھایا۔ (الرحیق المختوم:39)

آٹھواں سال

آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اس دریتیم کو داغِ مفارقت دے گئے اور آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کے چچا ابوطالب نے سنبھالی۔ (البدایہ والنہایہ:6)

دسواں سال

آپ کی عمر جب دس سال ہوئی، تو دوسری بار شق صدر ہوا۔ (ذکر آقا:36)

بارہواں سال

آپ نے حضرت ابوطالب کے ساتھ ملکِ شام کا سفرِ اول کیا اور اسی سفر میں بحیرہ راہب سے

ملاقات ہوئی اور اس نے آپ کی نبوت کی خوش خبری دی۔(البدایہ والنہایہ:69الرحیق المختوم:39)

چودھواں سال

حرب الفجار واقع ہوئی، آپ نے اس جنگ میں اپنے اعمام (دو چچوں) کی مدد کی، بعض کے نزدیک اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی اور بعض نے 20 سال کی عمر بتلائی ہے۔(الروض الانف:350)

حرب الفجار کے بعد آپ حلف الفضول میں شریک ہوئے۔(الحیق المختوم:39)

آپ کی جوانی عام نوجوانوں سے کئی گنا بہتر گزری، آپ اعلیٰ صفات اور اشرف کمالات کے ساتھ متصف رہے۔(تاریخ اسلام:32)

پچیسواں سال

آپ نے ملک شام کا دوسرا تجارتی سفر کیا، حضرت خدیجہ کا مال لے کر گئے تھے، بہت نفع لے کر واپس آئے، اسی سفر میں نسطورا راہب سے ملاقات ہوئی تھی.....اسی سال آپ کی شادی حضرت خدیجہ سے ہوئی، حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی اور ان سے سوائے حضرت ابراہیم کے باقی سب اولاد ہوئی۔

(سیرت ابن ہشام:1/350، تاریخ اسلام38)

حضرت خدیجہ بیوہ تھیں ان کا مہر چھ اونٹ ٹھہرا، نکاح کے بعد 25 برس حیات رہیں۔

(تاریخ اسلام:293، الرحیق المختوم:41)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر پہلی شادی کے وقت 26 سال تھی۔آپ نے مشہور قول کے مطابق اسی سال حضرت سودہ سے نکاح کیا۔(تاریخ اسلام:292)

پینتسواں سال

آپ نے اس عمر میں چار قبیلوں کے درمیان فیصل بن کر حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اپنی جگہ پر رکھا(الرحیق المختوم:41)

آپ کو خلوت محبوب تھی، غار حرا جا کر اعمال، تسبیحات واذکار فرمایا کرتے۔(ذکر آقا:28)

چالیسواں سال

40 سال کی عمر میں آپ کی بعثت ہوئی، جب کہ بعضوں نے لکھا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر 41 سال تھی، 9 ربیع الاول بمطابق 12 /فروری 610ء بروز دوشنبہ مقام غار حراء اور بعض نے 609ء ماہ رمضان لکھا ہے۔ (کتاب البدء والتاریخ:30)

نبوت عطا ہونے کے بعد آپ نے تین سال تک خفیہ تبلیغ فرمائی اور تین سال میں تقریباً تیس آدمی مسلمان ہوگئے **وانذر عشیرتک الاقربین** کے نزول کے بعد آپ نے کھلم کھلا تبلیغ شروع فرمائی مسلمانوں کو سخت سے سخت مصیبتیں دی گئیں۔ (تاریخ اسلام:52)

بعثت کا پانچواں سال

پانچویں سال مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی، جن میں 15 یا 16 آدمی تھے، ان کے امیر حضرت عثمان یا حضرت جعفر تھے۔ (الرحیق المختوم:61)

اور اسی سال حضرت عمر اور حضرت حمزہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کو شعب ابی طالب میں ڈال دیا گیا، ان سے تین سال تک مقاطعہ رہا۔ (تاریخ اسلام:70)

بعثت کے ساتویں سال

مقاطعہ اسی سال میں شروع ہوا تھا اور اسی سال حبشہ کی طرف مسلمانوں نے ہجرت ثانیہ بھی کی، جس میں 83 مرد اور 18 عورتیں تھیں۔ (الرحیق المختوم:63) بعثت کے آٹھویں سال شق قمر کا واقعہ پیش آیا۔ ذکر آقا:26)

دسواں سال

شعب ابی طالب سے ان حضرات کی خلاصی ہوئی، اس سال کا نام عام الحزن رکھا گیا محاصرہ کے چند ماہ بعد ابو طالب اور پھر حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا۔ اسی وقت آپ کی عمر 50 سال تھی۔ (البدایہ والنہایہ:361)

آپ نے اسی سال طائف کی طرف ہجرت کی، وہاں آپ نے ایک ماہ تک تبلیغ کی، کوئی مسلمان

نہ ہوا۔(البدایہ والنہایہ:381) لیکن آپ نے اپنی محنت جاری رکھی اور اس کے بدلے نبوت کے دسویں سال مدینہ منورہ کے 2 یا 3 آدمی مسلمان ہو گئے۔(تاریخ اسلام:104)

بعثت کا گیارہواں سال

مدینہ سے آئے ہوئے حجاج میں سے 6 یا 8 آدمی حضور کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

(تاریخ اسلام:104)

بارہواں سال

12 آدمی اسلام لے آئے اور انہوں نے آپ سے بیعت کی، جس کا نام بیعت عقبہ اولیٰ پڑ گیا۔

(تاریخ اسلام:104)

تیرہواں سال

یعنی چوتھی مرتبہ حج کے موقع پر مدینہ کے 73 آدمیوں نے بیعت کی اور اس کا نام بیعت عقبہ ثانیہ پڑ گیا اور مکہ کے رہنے والے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔(زادالمعاد:124)

ہجرت سے وصال تک

آپ راتوں رات حضرت ابوبکر کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، تین دن غار ثور میں رہے، چار روز قباء میں قیام کیا اور بعض نے پانچ روز کا ذکر کیا ہے اور صاحب زادالمعاد نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔(سیرت رسول:124)

اور جمعہ کے دن بارہ ربیع الاول (اور بعض نے 27 ربیع الاول کا ذکر کیا ہے) بمطابق 24 ستمبر 422 کو مدینہ میں نزول فرمایا۔

اول اول آپ حضرت ابوایوب انصاری کے گھر ٹھہرے، آپ نے وہاں ایک ماہ قیام فرمایا، بعض روایات میں چھ اور سات ماہ بھی آتا ہے۔

اسی سال سے ہجری سن کا آغاز ہوتا ہے۔

سن 1ھ کے مشہور واقعات

اذان کی ابتدا ہوئی۔حضرت بلال مؤذن مقرر ہوئے۔عاشورہ کا روزہ فرض ہوا۔حضرت سودہ اور صاحب زادیوں کی ہجرت۔حضرت عائشہ کی رخصتی کے وقت عمر 9 سال۔سرایا بھیجے گئے۔دورِ اسلام کا پہلا جمعہ پڑھا گیا،مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوگئی،مواخات اور بھائی چارگی قائم کی گئی،قریش مکہ سے جہاد کا حکم نازل ہوا،حضرت سلمان فارسی نے اسلام قبول کرلیا۔۔

سن 2ھ.....

اس سال کو حضرت فاطمہ کا نکاح ہوا، روزہ، زکوٰۃ،عیدین اور صدقہ عیدالفطر فرض ہوا،حضرت رقیہ کا انتقال ہوگیا،غزوہ بدر کا واقعہ پیش آیا،جس میں مسلمانوں کی تعداد صرف 313 تھی اور کفار کی تعداد میں اختلاف ہے،لیکن 1000 کی تعداد منقول ہے،اس میں کفار کو بڑی شکست کا سامنا کرنا پڑا، یہ لڑائی 17 رمضان کو پیش آئی،تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا،اس سال پانچ غزوات اور تین سرایا ہوئے۔

غزوہ ابواء غزوہ بدر،غزوہ بنی قینقاع،غزوہ سویق۔سریہ عبداللہ بن جحش،سریہ عمیر،سریہ سالم۔

سن 3ھ.....

بروز دوشنبہ 7 شوال کو احد کے پہاڑ کے پاس ایک مشہور جنگ ہوئی،اس میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے،70 صحابہ جام شہادت نوش فرما گئے۔حضرت حفصہ اور حضرت زینب سے نکاح ہوا حضرت حفصہ سے شعبان میں اور حضرت زینب سے رمضان میں شادی ہوئی،شراب حرام ہوئی،حضرت ام کلثوم کی شادی حضرت عثمان سے ہوئی،اسی سال حضرت حسن بن علی کی ولادت ہوئی۔

سن 4ھ.....

اس سن میں دو غزوے غزوہ بنوالنضیر اور غزوہ بدر صغریٰ پیش آئے اور چار سریے بھیجے گئے،اسی سال بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا،جس میں 70 حفاظِ قرآن نعمت شہادت سے سرفراز ہوئے آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا اور بعض روایات میں ہے کہ یہ نکاح 8 جمادی الثانی 5 میں ہوا۔ جمادی الاول میں

عبداللہ بن عثمان بن عفان، جو حضرت رقیہ کے پیٹ سے تھے، کا انتقال ہوا اور حضرت حسین بن علی کی ولادت ہوئی۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ سن 4 میں حضرت زینب سے نکاح ہوا تھا۔ (البدایہ:2761)

سن 5ھ.....

چار غزوات ہوئے، جس میں غزوہ خندق سرفہرست ہے، کفار کی تعداد اس لڑائی میں دس ہزار تھی، مسلمانوں نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے ایک خندق کھودی، یہ تدبیر کام یاب ہوگئی۔ مشہور قول تو یہ ہے کہ یہ غزوہ سن 5ھ میں ہی ہوا تھا، لیکن بعض مؤرخین نے سن 4ھ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ غزوہ ذات الرقاع، غزوہ دومۃ الجندل اور غزوہ بنوقریظہ بھی ہوا، غزوہ خندق سے فراغت کے بعد بنوقریظہ پر حملہ کیا گیا وہ لوگ قلعہ میں گھس گئے اور آخر کار ان کے لڑ سکنے والے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا، آپ نے اسی سال حضرت زینب بنت جحش اور حضرت جویریہ سے نکاح کیا۔ پردے کا حکم نازل ہوا۔ (البدایہ:252)

اسی سال آپ بمع 1400 صحابہ کرام کے مکہ معظّمہ کی طرف بغرض حج روانہ ہوئے، مگر کفار مکہ نے مسلمانوں کو دخول سے منع کیا اور حدیبیہ کے مقام پر صلح ہوگئی اور اگلے سال حج کے لیے آنے کی شرط لگائی گئی، اس صلح سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا، آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اطرافِ عالم میں بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے، جن کی تعداد مشہور قول کے مطابق تیرہ ہے۔ چند نے اسلام بھی قبول کیا۔

اس سال 3 غزوہ ہوئے اور گیارہ سرایا بھیجے گئے اور بعض نے دو غزوات کا ذکر کیا ہے۔ اسی سال حضرت ام حبیبہ سے نکاح ہوا۔ اس سال کو حج فرض ہوا، واقعہ افک اسی سال پیش آیا۔ (البدایہ:297)

سن 7ھ.....

اس سال ایک غزوہ ہوا اور پانچ سرایا بھیجے گئے۔ غزوہ خیبر میں یہودیوں کو شکست ہوئی اور اس کے بعد فدک کی طرف بڑھے اور کافی جنگی دستے بھیجے گئے۔ بعض اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہ سے اسی سال شادی ہوئی اور حضرت صفیہ کا نکاح بھی اسی سال ہوا۔ (البدایہ النہایہ:456)

سن 8ھ.....

چار غزوات (موتہ، فتح مکہ، حنین اور طائف) اور دس سریے بھیجے گئے، اگرچہ صلح حدیبیہ دس سال

کے لیے ہوا تھا، لیکن جب کفار مکہ نے اس کی پاس داری نہ کی تو مسلمانوں نے مکہ پر حملہ کیا اور بآسانی اس میں کام یاب ہو گئے، اس کے بعد حنین اور طائف کی طرف متوجہ ہوئے، مسلمانوں نے اس میں فتح کا سہرا اپنے سر باندھا۔ اس سال بھی عمرہ ہوا، عمرۃ الجعرانہ کے نام سے، اسی سال حضرت خالد بن ولید مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ:473)

سن 9ھ.....

ایک غزوہ اور تین دستے بھیجے گئے، غزوہ سے مراد غزوہ تبوک ہے، یہ لڑائی رومیوں سے ہوئی، سخت گرمی کا زمانہ تھا، مسلمان بہت زیادہ تنگی کی حالت میں تھے، مسلمانوں کی تعداد 30 ہزار تھی، جب کہ کفار کی تعداد کئی گنا تھی، کام یاب ہو کر مسلمان واپس لوٹے، مسجد ضرار کو جلوانے کا حکم دیا گیا، جو منافقوں نے مسلمانوں کے خلاف مشورے کے لیے بنائی تھی۔

اسی سال پہلا حج حضرت ابوبکر صدیق کی سرپرستی میں ادا کیا گیا۔ اس سال کافی وفود آ کر مسلمان ہو گئے۔ (جس کا تذکرہ آخر میں کیا جائے گا)۔

سن 10ھ.....

اس سال کوئی غزوہ نہیں ہوا، البتہ دستے روانہ کر دیے گئے، آپ نے اس سال حج ادا کیا، آپ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظّمہ 4 ذوالحجہ بروز اتوار پہنچے، آپ کے ساتھ باختلاف روایات ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا۔

سن 11ھ.....

اس سال آفتاب نبوت نظروں سے اوجھل ہو گیا، آپ باختلاف اقوال 29 صفر 11ھ کو بیمار ہوئے اور تیرہ دن تک آپ کی بیماری مسلسل رہی، آپ نے سترہ نمازیں مسجد میں نہیں پڑھیں، آپ راجح قول کے مطابق 12 ربیع الاول 11ھ بمطابق 8 مئی 632ء بروز دوشنبہ بوقت دوپہر انتقال فرما گئے۔

آپ کے غسل میں حضرت عباس، علی، فضل اور قثم بن عباس، اسامہ بن زید، اوس بن خولی رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ آپ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔

تنبیہ.....واقعہ معراج میں چوں کہ شدید اختلاف تھا، اسی وجہ سے تاریخی اعتبار سے ذکر نہیں کیا گیا۔معراج کے دوران آپ کا چوتھا شق صدر کیا گیا۔

1..معراج نبوت کے پانچویں سال یا نبوت کے ساتویں سال۔

2..ہجرت مدینہ سے چھ ماہ قبل۔

3..حضرت خدیجہ کی وفات کے سات سال بعد۔

4..ہجرت سے ایک سال پہلے۔

5..بعثت سے اٹھارہ مہینہ پہلے۔

6..فیصلہ کسی نے بھی نہیں کیا۔(سیرۃ الرسول:112)

وفود کی آمد اوران کا اسلام

سن 9 ہجری.....

میں وفود کا آنا شروع ہوا تھا، چند مشہوران میں سے یہ ہیں: وفد مزینہ، وفد بنی عبدالقیس، وفد بنی حنیفہ، وفد اہل نجران، وفد بنی عامر،طی وفود فروہ، وفد کندہ، وفود اہل جرس، وفد بنی کلاب، وفد بنی مَشیر، وفد بنی سلیم، وفد بنی سلم، وفد بنی فزارہ، وفد اسد وغیرہ۔اوران میں سے اکثر اسلام لاکر اطراف عالم میں اسلام کو پھیلانے لگے۔(البدایہ والنہایہ)

❁❁❁

اہم اعلان

شعبہ نشرواشاعت جامعہ دارالتقوی ،شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائیونڈ حضرت مولانا عبدالرحمنؒ کے حالات زندگی شائع کرنے کاارادہ رکھتا ہے،قارئین کرام سے گزارش ہے کہ آپ حضرات کے پاس حضرت مولانا رحمہ اللہ کے حالات زندگی سے متعلق اگر کوئی مواد ہوتو ازراہ کرم ہمیں ارسال فرما کرممنون فرمائیں۔

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

گلدستہ عقیدت

اہلیہ مفتی حماد فضل

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی ہے کہ ان کے ادب کے آگے لکھتے ہوئے ہزار بار سوچنا پڑتا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات تھی، کیا شان تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو دیکھ کر لوگ مبہوت ہو جایا کرتے تھے۔

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ
برقت کبرق العارض المتھلل

جب میں نے اس روئے تاباں پر نگاہ ڈالی تو اس کی شان رخشندگی ایسی تھی جیسے کسی ابر میں بجلی کوندرہی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ" میں نے نبی علیہ السلام سے زیادہ خوب رو کسی کو نہیں دیکھا ایسا لگتا تھا گو یا آفتاب چمک رہا ہے"۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ"خوشی میں نبی علیہ السلام کا چہرہ یوں چمک اٹھتا تھا گو یا چاند کا ٹکڑا ہے اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپ علیہ السلام کی خوشی کو پہچان جاتے تھے"۔

آپ علیہ السلام تمام لوگوں میں جدا نظر آتے تھے، اللہ نے ایسی جاذبیت اور حسن دیا تھا کہ اسے ٹھیک سے لفظوں میں بیان کرنا ممکن ہی نہیں۔

آپ علیہ السلام ہر چیز میں اعتدال کو مدنظر رکھتے تھے البتہ اپنی ذات اقدس کے لئے عزیمت کا راستہ اختیار فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ رنگ سفید تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سفید کپڑے پہنا کرو اور سفید ہی کپڑے سے مردوں کو کفن دو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفائی کا خاص خیال فرماتے سلیقے سے داڑھی کے بالوں کو رکھنا پسند فرماتے اور فرماتے کہ انہیں سنوار کے رکھو، سر مبارک میں تیل لگاتے تو ٹوپی پہننے سے قبل بوجہ نظافت کے ایک کپڑا سر اقدس پر رکھ لیتے تاکہ ٹوپی خراب نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو بہت پسند فرماتے تھے مشک اور عود سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے کبھی کبھی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا اپنے دست مبارک سے خوشبو لگاتیں اور اگر کوئی تحفے میں خوشبو دیتا تو اسے ضرور قبول فرماتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو حسن سراپا متحرک ہو جاتا
وقار ان کے چلنے پر رشک کرتا
زمین قدمین مبارک چومتی اور اپنی خوبی قسمت پر ناز کرتی۔

آپ علیہ السلام اکثر خاموش رہتے بلاضرورت بات چیت نہ فرماتے اللہ کریم ہمیں بھی اپنے آقا کل جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ چلنے والا بنا دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت گفتگو فرماتے، الفاظ اس طرح ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالی کا بیان ہے کہ "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا"۔

یہ مسکراہٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنجیدگی کو خشونت سے بچاتی تھی۔

نبی علیہ السلام بہت ہی فصیح عربی میں کلام فرماتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم تعجب سے حیران رہ جاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا ہی خوب فرمایا کہ "میری تربیت خود اللہ عزوجل نے فرمائی ہے

اور میں نے قبیلہ سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کو جوامع الکلم عطا کئے گئے، جوامع الکلم وہ مختصر ترین کلمے ہیں جو معنوی اعتبار سے بہت وسعت رکھتے ہیں۔

مثال کے طور پر: **المرء مع من احب**

ترجمہ: آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔

اسلم تسلم

ترجمہ: تم اسلام لاؤ گے تو سلامتی پاؤ گے

انما الاعمال بالنیات

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں قیامت کے روز وہ لوگ مجھ سے انتہائی دوری پر ہوں گے جو بڑے بول بولنے والے، باتونی اور گھمنڈ جتانے والے ہیں"۔ اللہ ہمیں بھی بامقصد گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

آپ علیہ السلام کے اخلاق کے کیا کہنے آپ علیہ السلام تو صاحب خلق عظیم تھے، راستے میں ملنے والوں کو سلام کہتے، سلام میں ہمیشہ پہل فرماتے مجلس میں تشریف لے جاتے تو اس بات کو ناپسند فرماتے کہ کوئی تعظیم کے لئے کھڑا ہو، کسی کی بات نہ کاٹتے، بات توجہ سے سنتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "قسم ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور وہ شخص بدترین آدمی قرار پائے گا جس سے لوگ اس کی بدسلوکی کے ڈر سے ملنا چھوڑ دیں"۔

لباس سے یا بدن سے کوئی شخص تنکا یا مٹی ہٹاتا تو اتنی پیاری دعا فرماتے کہ "اللہ تم سے ہر اس شے کو دور کرے جو تمہیں بری لگے"۔

نبی علیہ السلام بدسلوکی کا بدلہ برے سلوک سے نہ دیتے بلکہ عفو درگزر سے کام لیتے دوسروں کے قصور معاف فرما دیتے، تواضع وشفقت کی انتہاء یہ تھی کہ منافقین کے لیڈر عبداللہ بن ابی تک کی عیادت فرمائی۔

آپ علیہ السلام بچوں سے بہت محبت فرماتے انہیں پیار کرتے ان کے لئے دعا فرماتے انہیں بوسہ دیتے، بوڑھوں کا احترام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت نرم خو تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات سے محبت کا

معاملہ فرماتے ،حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل وعیال کے لئے شفیق نہ تھا"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو پوری زندگی چلتا پھرتا قرآن تھی ، اللہ تعالی ہمیں بھی اپنے نبی کی سنتوں پر چلنے والا بنادیں ،ہم اپنی زندگی کے ہر ہر معاملے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلیں یہ ہمارے لئے کس قدر خوش قسمتی کی بات ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں نبی علیہ السلام کی امت میں پیدا کیا اور ہمارے لئے رول ماڈل ان کی ہستی مبارکہ قرار دی ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کو بامقصد بنا سکتے ہیں۔

آئیں وعدہ کریں کہ آج سے اپنی زندگی کے ہر ہر معاملے میں اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کریں گے۔ان شاء اللہ

❁❁❁

جمعۃ المبارک کے دن درود شریف پڑھنے کی فضیلت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے،اس دن کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

(ابوداود، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو، جو ایسا کرے گا تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا۔سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتے ہیں۔

(ترمذی)

درس نظامی کی کتابیں کس طرح پڑھائی جائیں

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

مقصد کا استحضار ضروری ہے

بزرگوں سے یہ بات ہمیشہ سنی ہے کہ تعلیم وتعلم کی بنیاد مقصد کا سامنے ہونا ہے، مقصد کا استحضار اور مقصد کی لگن ہے، تعلیم وتعلم کا مقصد کیا ہے اور کیوں یہ محنت کی جارہی ہے؟ اس کا استحضار اور اس کی لگن تعلیم و تعلم کی بنیاد ہے، مقصد کا علم تو الحمدللہ ہے لیکن علم صرف علم کی حد تک کافی نہیں بلکہ اس کا استحضار ہو اور استحضار کے ساتھ ساتھ یہ لگن اور دھن ہو کہ مجھے یہ کام کرنا ہے اگر کسی آدمی کو تعلیم وتعلم کے طریقے نہ بھی آتے ہوں تو بھی یہ دھن اور لگن بہت سے طریقے خود بخود سکھلا دیتی ہے، ضرورت ایجاد کی ماں ہے اگر کسی شخص کے دل میں اللہ تبارک وتعالی کسی کام کی دھن پیدا فرمادے تو وہ دھن درحقیقت خود مناہج بھی سکھا دیتی ہے، وہ طریقوں کی بھی تعلیم دیتی ہے پھر لمبے چوڑے فلسفوں کی احتیاج نہیں رہتی، لیکن اس کا کام ایسا ہوتا ہے کہ جس کے نتیجے میں تمام مقاصد حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں اور خدانہ کرے یہ دھن اور استحضار نہ ہو تو ہزار اس کے کاموں کو قواعد وضوابط میں جکڑ دیجئے ہزار اس کے لئے طریقے وضع کر لیجئے، اس کے لئے تدریسی کورس وضع کر لیجئے، اس کے لئے رجسٹر حاضری بنا لیجئے، اس کے لئے مقدار خواندگی کے لکھنے کے خانے تجویز کر دیجئے لیکن اگر دل میں دھن اور لگن اور اپنے سامنے مقصد مستحضر نہیں ہے تو یہ ساری باتیں محض بے کار ہو کر رہ جائیں گی اور مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت شیخ الادب کی لگن

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہ کے حاشیے پڑھ پڑھ کر ہم نے تعلیم حاصل کی بھی اور دی بھی ہے، سب کی گردنیں ان کے احسانات کے آگے جھکی ہوئی ہیں، میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ سے حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا، فرماتے تھے کہ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں میں نے دورہ حدیث کی تکمیل کی تو میری استعداد بہت ناقص تھی اتنی ناقص تھی کہ مطالعہ کرنے کی صلاحیت بھی پوری طرح پیدا نہیں ہوئی تھے مزید یہ کہ حافظہ بھی کمزور تھا، آپ حضرات جانتے ہیں کہ دارالعلوم میں اس وقت اپنی استعداد کی کمزوری دور کرنے کے لئے یا مدرس بننے کے لئے تدریب کا تو کوئی انتظام تھا نہیں، لیکن معین المدرسین اس زمانے میں ایک مستقل منصب ہوا کرتا تھا۔ ہمارے حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک تخت کسی استاد کے ساتھ لگا دیا جاتا تھا اس پر وہ استاد بیٹھ جاتا تھا جسے معین المدرسین بنایا جاتا تھا تاکہ اسے استاد کے ساتھ پڑھنے اور پڑھانے کا تجربہ اور سلیقہ آجائے۔ دارالعلوم دیوبند میں پہلے آدمی معین المدرسین مقرر ہوتا تھا بعد میں مدرس بن جاتا تھا ہمارے حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کو بھی ابتداء میں معین المدرسین بنا گیا تھا۔

حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آتا جاتا کچھ تھا نہیں یعنی استعداد تھی نہیں اور حافظہ بھی کمزور تھا لیکن بزرگوں نے کام پر لگا دیا اور دل میں اللہ تعالی نے یہ دھن پیدا کردی کہ یہ کام کرنا ہے تو فرماتے تھے کہ میں اس زمانے میں بلا مبالغہ ساری ساری رات بغیر کسی استثناء کے مطالعہ کرتا تھا اور چونکہ حافظہ کمزور تھا اور بھول جایا کرتا تھا اس واسطے جو کچھ مطالعہ کرتا ساری رات اس کو لکھنے میں گزارتا تھا اور لکھ لکھ کر یاد کرتا تھا یہ سب کرنے کے بعد میں اس قابل ہوتا جاتا تھا کہ سبق پڑھاؤں۔ فرمایا کہ بعض اوقات کئی کئی دن اس طرح گزر جاتے تھے کہ اس پورے عرصہ میں آنکھ جھپکی بھی نہیں تھی، اللہ تبارک وتعالی نے انہی کو شیخ الادب بنایا اور وہ ایسے مدرس بنے کہ مدرسوں کے استاد اور مدرس بنانے والے، دارالعلوم دیوبند کے فضلاء میں تدریس میں کوئی شخص آپ کو ایسا نہیں ملے گا جس نے ان سے درس نہ لیا ہو وہ ان کا ذکر محبت وعقیدت کے ساتھ نہ کرتا ہو اور ان کے درس کو یاد نہ کرتا ہو حالانکہ اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے یہ سنا

ہے کہ ان کا معمول یہ تھا کہ ایک منٹ ادھر ادھر نہ ہوتا تھا گھنٹہ بجنے سے پہلے وہ درسگاہ میں موجود ہوتے تھے اور کبھی گھنٹہ ختم ہونے سے پہلے ان کا درس ختم نہیں ہوتا تھا پورا وقت اہتمام کے ساتھ دیتے تھے اور درس کے اندر اور درس کے باہر طلبہ کی نگرانی بڑی کڑی کیا کرتے تھے یہ ساری باتیں تھیں لیکن اس کے باوجود طلبہ ان سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اصل چیز ہے دھن اور دھیان یہ دھن اگر لگ جائے تو یہ طریقے بھی سکھا دیتی ہے، ٹریننگ بھی دیدیتی ہے اور ہر چیز ہر ضرورت مہیا کر دیتی ہے اور آدمی خود ہی راستے نکال لیتا ہے۔

حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" پانی کی تلاش کرو تشنگی پیدا کرو جس دن تشنگی پیدا ہوگئی اور جس دن یہ دھن لگ گئی تو پھر اوپر نیچے ہر طرف سے پانی ابلتا ہے"۔

تو اس سارے کام کی بنیاد اور جڑ حقیقت کا استحضار، اس کی دھن اور اس کی لگن ہے اللہ تبارک و تعالی اپنے فضل وکرم سے ہمارے اندر یہ دھن پیدا فرمادے تو سارے کام درست ہوجائیں اگر یہ نہ ہو تو ہزار قاعدے اور ضابطے بنالیجئے ان کا فائدہ نہیں ہوتا۔

علی گڑھ یونیورسٹی میں جماعت کے اہتمام کی کوشش

میرے والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جب علی گڑھ یونیورسٹی قائم ہوئی تو یہ اعتراض بھی تھا کہ یہ انگریزی تعلیم کی طرف جارہے ہیں اس وجہ سے لوگ دین سے برگشتہ ہوجائیں گے اس واسطے اس میں اس بات کا اہتمام کیا گیا تھا کہ طلبہ جو دینی مدرسہ میں بھی نہیں ہوتا لیکن وہاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں یہ قانون بنایا گیا اور جو آدمی نماز میں غیر حاضر پایا جائیگا اس کے اوپر جرمانہ عائد ہوگا جرمانہ اس زمانہ کے لحاظ سے آٹھ آنے رکھا گیا تھا اور یہ اس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑا جرمانہ تھا لیکن فرماتے ہیں کہ رفتہ رفتہ ہوا یہ کہ بہت سے طلبہ مہینے بھر کا جرمانہ پیشگی ادا کر دیا کرتے تھے کہ لو بھائی یہ جرمانہ رکھا ہے اب غیر حاضری لگاتے رہو تو اگر دل میں جذبہ، دھیان اور لگن نہ ہو تو کتنے ہی ضابطے اور قاعدے بنالئے جائیں سب بیکار ہیں اور اگر اللہ تبارک وتعالی مقصد کی دھن عطا فرمادیں تو ضابطے اتنے زیادہ نہ بھی ہوں تو بھی کام چل جاتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں احساس ذمہ داری

دارالعلوم دیوبند کا ابتدائی دور جو اکابر کا ہے وہ درحقیقت ہمارے لئے ایک مثال ہے کہ اس میں کس طریقے سے احساس ذمہ داری طلبہ کو درست رکھنے کی فکر اور علم کی طلب اور لوگوں تک پہنچانے کی فکر اساتذہ کرام کے اندر ہوتی تھی اور اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے یہ علم وفضل کے پہاڑ پیدا فرمائے اس میں کوئی تربیتی کورس اور اس بات کا باقاعدہ اہتمام نہیں تھا کہ اساتذہ کی تربیت کی جائے لیکن وہی بات کہ دل میں آخرت کی فکر، اللہ تعالی کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس اور اپنے مقصد کی لگن کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالی نے ان سے وہ کام لیا کہ دنیا آج اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

عملی طور پر مقصد کا استحضار ضروری ہے

تو سب سے بنیادی چیز جس کے اوپر ساری فروع متفرع ہوتی ہیں وہ مقصد ہے لیکن ہو یہ رہا ہے کہ ہم نے علم اور نظریہ کی حد تک تو بیشک اس کو اپنا مقصد قرار دیا ہوا ہے کوئی اگر ہم سے پوچھے کہ بھائی کیوں تعلیم دے رہے ہو تو اس کا جواب ہمارے پاس لفظی اور نظریاتی طور پر موجود ہے اور وہ یہ کہ علم دین کو پہنچانا ہے جس کا مقصد اللہ تبارک وتعالی کی رضا کا حصول ہے ہم لفظی اور نظریاتی طور پر یہ بات جانتے بھی ہیں اور کہتے بھی ہیں لیکن عملی زندگی میں ہوتا یہ ہے کہ جب ایک کام کرتے کرتے ایک معمول بن جاتا ہے تو پھر اس مقصد کا استحضار نہیں رہتا اور وہ ایک رسمی خانہ پری ہو کر رہ جاتا ہے اور وہ مقصد ذہن سے اوجھل ہو جاتا ہے کہ ہم کس لئے پڑھا رہے ہیں اور کیا ہمارا مقصود ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ طرح طرح کے خیالات اور طرح طرح کے عوامل انسان کے ذہن کے اوپر قبضہ جمانا شروع کر دیتے ہیں اس میں اللہ بچائے اپنے علم کو جتانے کا جذبہ اور نام ونمود کا شوق پیدا ہو جاتا ہے اس میں بعض اوقات مالی مفادات کے خیالات داخل ہو جاتے ہیں جو اس مقصد کے تقدس کو مکدر کر دیتے ہیں اور تدریس کے نتیجے میں جو برکت، نور اور فائدہ چاہئے تھا وہ باقی نہیں رہتا آج ہماری تدریس میں وہ برکات کیوں پیدا نہیں ہوتیں جو ان حضرات میں تھیں وجہ اس کی یہی ہے کہ مقصد نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی صاحبؒ کا واقعہ

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کے ایک استاد تھے حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی قدس اللہ سرہ ،دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا رسول خان صاحب تھے جو معقولات میں مشہور تھے وہ ان کے بھی استاد تھے اور وہ بھی معقولات میں زیادہ مشہور تھے وہ بالکل سیدھے سادے بزرگ تھے اور ان کی زبان بھی صاف نہیں تھے سمجھنے میں دشواری پیدا ہوتی تھی اگرچہ دیوبند میں رہنے کی وجہ سے ان کو اردو خاصی آ گئی تھی ،اردو کی لغات انہوں نے باقاعدہ اہتمام کرکے یاد کی تھیں بلکہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ پھر وہ یہ بھی کہنے لگے تھے کہ بھائی میاں اردو زبان کے جو اچھے خاصے اہل زبان ہیں ان سے بھی زیادہ اردو لغات جانتا ہوں ،اردو کی کوئی بھی مشکل لغت میرے سامنے لاؤ میں اس کے معنی بتادونگا اور انہی سے کسی نے امتحاناً پوچھ لیا کہ اچھا حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے اردو زبان کا ہر لفظ آتا ہے تو یہ بتایئے کہ یہ جو محاورہ اردو میں مشہور ہے ”کریلا اور نیم چڑھا“ اس کے کیا معنی ہیں؟ تو وہ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد کہنے لگے کہ بھائی یوں سمجھ میں آتا ہے کہ معنی یہ ہے کہ کریلا ایک تو ویسے ہی کڑوا ہوتا ہے اور نیم چڑھا کے معنی یہ ہیں کہ آدھا پکا یا ہوا کیونکہ نیم کے معنی آدھے کے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دیگ چڑھادی یا دیگچی چڑھادی تو اس کے معنی ہے آدھا پکا یا ہوا حالانکہ اس محاورہ کا مطلب یہ نہیں ہے تو اردو کے الفاظ اگرچہ سیکھ لئے تھے لیکن زبان جب بولتے تھے تو صاف نہیں ہوتی تھی جملوں کے اندر سمجھنے میں دشواری ہوتی تھی لیکن اللہ تبارک وتعالی نے مقصد کی وہ لگن اور دھن عطا فرمائی تھی کہ ایک طالب علم کو اسی ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں سیراب کرتے تھے تو اگر اللہ تبارک وتعالی یہ عطا فرمادے تو یہ ہے اصل کرنے کی چیز۔

مقصد کے استحضار کا طریقہ

اپنے والد صاحب قدس اللہ سرہ سے مقصد کے استحضار کے سلسلے میں جو بات سنی ہے اور اس کا تجربہ بھی کیا ہے یہ ہے کہ اس مقصد کے استحضار اور اس دھن کو باقی رکھنے کا سب سے موثر ذریعہ یہ ہے کہ ان دھن والوں کے تذکرے اور ان کی باتیں کثرت سے پڑھی اور سنی جائیں اور ان کو کثرت سے یاد رکھا جائے۔ یہ سارے حضرات جو ہمارے گذرے ہیں ان میں سے ایک ایک کی بات نور سے بھری ہوئی ہے

اورآپ تجربہ کرلیجئے کہ ہزار وعظ ایک طرف اوران بزرگوں کا ایک واقعہ ایک طرف۔ایک واقعہ اگر سامنے آجائے تو وہ انسان کے دل کی دنیا بدل دے تو میرے نزدیک سب سے پہلا کام جو مقصد کے سلسلے میں ہے وہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا جائے افسوس یہ ہے کہ اب ہم ان سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں اگر ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور ہر شخص اپنا جائزہ لے تو حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ سے لے کر اپنے ان بزرگوں تک جن کی اللہ تعالی نے زیارت کی توفیق نصیب فرمائی ان سب حضرات کے اوران کے بعد کے حضرات کے حالات سے اب اساتذہ بھی ناواقف ہیں ابھی میں نے دورہ حدیث کے سبق میں ایک دن پوچھ لیا کہ بھائی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ صاحب کو جانتے ہو کہ کون تھے؟ تو طلبہ نے کہا کہ جی ہاں جانتے ہیں میں نے کہا کون تھے؟ کہنے لگے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث تھے طلبہ کا تو یہ حال ہے لیکن اساتذہ میں بھی اب صورتحال یہ ہے کہ ان بزرگوں کو صحیح طریقے سے جاننے والے بہت کم ہوتے جارہے ہیں تو اس کی تجدید کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالی درجات بلند فرمائے حضرت شیخ الحدیثؒ کے کہ انہوں نے اپنی آپ بیتی میں ان سب بزرگوں کے حالات بہت تفصیل کے ساتھ اور بڑے دلچسپ انداز میں بیان فرمائے ہیں ان حضرات کی سوانح پڑھیں ،ارواح ثلاثہ کا مطالعہ کریں اوراس طریقے سے ان بزرگوں کے تذکروں سے ان شاءاللہ رفتہ رفتہ یہ دھن اورلگن بھی اللہ تبارک وتعالی کی رحمت سے امید ہے کہ منتقل ہوجائیگی۔

تعلیم کا اصل مقصود نہ اپنی فضیلت جتانا ہے نہ اپنے علم کا اظہار کرنا ہے اور نہ اپنے لئے تنخواہ کا بندوبست کرنا ہے یہ تنخواہ تو بقول حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے اگر نیت صحیح ہو تو نفقہ ہے اور نیت یہ رکھے کہ اللہ تبارک وتعالی کا انعام وکرم ہے کہ اس نے اس کام میں لگا دیا ورنہ معیشت کے بے شمار شعبے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس میں لگا دیا اور یہ قوم ہمارے پاس بھیج دی۔

تبلیغی جماعت سے سیکھنے کا ایک سبق

میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو تبلیغی جماعت سے سبق حاصل کرو کہ کس طریقے سے وہ ایک شہر سے دوسرے شہر محنتیں اٹھا کر لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لئے جاتے ہیں۔اللہ تبارک و

تعالی نے تمہارے واسطے یہ کھیپ تمہارے گھر پر پہنچادی ،لوگ جا کر منتیں کر کرے دوسروں تک بات پہنچاتے ہیں اور تمہارے پاس اللہ تبارک وتعالی نے وہ قوم بھیج دی کہ تمہیں اس کو تبلیغ کرنے کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تمہارے دروازے پر موجود ہے اور اسی سے تمہارا رزق وابستہ کر دیا اور یہ منہ کھولے بیٹھے ہیں اور تمہارا احسان ماننے کو تیار ہیں۔

تو اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اس قوم کو بنانا ہے، جو اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں امانت کے طور پر عطا فرمائی ہے اس علم ،عمل ،تزکیے اور اس کی اصلاح کی فکر کرنی ہے تو یہ دھن انشاء اللہ بہت کچھ طریقے خود بخود سکھادے گی۔ یہ جتنے ماہرین ہیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید وہ حضرات ہوں جب کا میں نے نام لیا یا نئے ماہرین تعلیم ہوں انہوں نے جو قواعد وضع کئے ہیں اس بارے میں ان پر کوئی وحی تو نازل نہیں ہوئی تھی بلکہ یہ قواعد انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں وضع کئے ہیں۔ یہ تجربات کیسے ہوئے ؟محض دھن اور لگن کی وجہ سے جس کو یہ دھن لگی جس کے دل میں یہ لگن پیدا ہوئی کہ میں اس علم کو پہنچاؤں اور پھیلاؤں اور دوسرے کے سینے میں اتار دوں اس دھن نے ہی وہ اصول سکھائے اس لگن نے ہی ان کو وہ طریقے بتائے تو اگر یہ دھن کسی دوسرے انسان کو وہ طریقے بتا سکتی ہے تو ہمیں بھی بتا سکتی ہے اور وہ دھن اللہ تبارک وتعالی ہم میں پیدا فرمادے تو اس کے ذریعے یہ طریقے خود بخود سامنے آجاتے ہیں، آپ حضرات دارالعلوم اور مظاہر العلوم کے کتنے اساتذہ کرام کے حالات سنتے رہے ہونگے کہ ہر ایک کا طریقہ تدریس الگ ،اسلوب الگ، ایک کا طریقہ طلباء کے ساتھ معاملہ کرنے کا کچھ ہے دوسرے کا کچھ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی دھن اور مقصد کی لگن نے طلبہ کے سینے میں بات اتارنے کے لئے ایک کو ایک طریقہ سمجھایا اور دوسرے کو دوسرا طریقہ سمجھایا ان کو وہ طریقہ درست معلوم ہوا ان کو یہ طریقہ درست معلوم ہوا اس نے ان کو اختیار کیا اور اس نے اس طریقہ کو اختیار کیا۔

وعظ کہنے کا حق کس کو کہے؟

تو آج کی گفتگو میں سب سے بڑی بات جو میں عرض کرنا چاہتا تھا اور جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کر دیا تھا کہ بات محض تکرار وتذکیر کی غرض سے عرض کرنا چاہتا تھا، پہلا مخاطب اس کا اپنا نفس ہی

ہے کہ سب سے مقدم چیز یہ ہے کہ ہم اپنے مقصد تعلیم کو سمجھیں اور نہ صرف سمجھیں بلکہ اس کو مستحضر رکھنے کی کوشش کریں اور اس کی لگن اور دھن اپنے دل میں پیدا کریں، لگن کیسے پیدا ہوتی ہے لگن کس چیز کا نام ہے؟ لگن درحقیقت اس چیز کا نام ہے کہ جب تک وہ چیز جس کی لگن ہے حاصل نہ ہوجائے انسان کو چین نہ آئے ،حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وعظ کہنے کا حق اس شخص کو پہنچتا ہے جس کے لئے وعظ و نصیحت کی لگن اس طرح ہوجائے جس طرح اس کی حوائج ضروریہ، طبعی حاجات کہ جب تک انسان طبعی حاجات پوری نہ کرلے اس وقت تک اسے چین نہیں آتا مثلاً بھوک لگ رہی ہے تو جب تک کھانا نہیں کھائے گا چین نہیں آئے گا پیاس لگ رہی ہے جب تک پانی نہیں پی لے گا چین نہیں آئے گا اسی طرح جب تک وعظ ونصیحت اور تبلیغ و دعوت انسان کی حوائج ضروریہ میں شامل نہ ہوجائیں اس وقت تک اس کا وعظ موثر نہیں ہوگا۔ آگے مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کی مثال حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ ہیں کہ ان کے دل میں اللہ تبارک وتعالی نے دعوت وتبلیغ کا جذبہ ایسے پیدا فرمادیا تھا جیسے حوائج ضروریہ کہ اس کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔

جب تک ہمارے دلوں میں یہ بات پیدا نہیں ہوتی کہ ہم اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اتنے بے تاب ہوں کہ جب تک وہ حاصل نہ ہو چین نہ آئے، چلتے پھرتے خیالات بھی اسی کے ہوں، رات کو آدمی سو رہا ہو تو خواب کے اندر بھی وہی چیز دکھائی دے اور اپنے ذاتی کام کے اندر آدمی لگا ہوا ہے تو اس وقت بھی ذہن کے اندر یہی سوار رہے، جب تک یہ دھن پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک مقصد حاصل نہیں ہوتا اس وقت تک اسے لگن نہیں کہہ سکتے محض علمی اور نظریاتی طور پر اس طرح کی باتیں کرلینا کافی نہیں اور یہ پیدا اسی طرح ہوگی کہ ہم بزرگوں کے طریقہ کار کو پڑھیں اور سوچیں اور اس کو حرز جان بنائیں اس کو اپنے ورد میں شامل کریں تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ یہ چیز رفتہ رفتہ پیدا ہوجائے گی۔ چراغ سے چراغ چلتا ہے اللہ تبارک وتعالی اسی کے اندر برکت عطا فرمائیں گے اور جب اس کا کوئی حصہ حاصل ہوگیا ان شاء اللہ آپ کو اس کے نتائج نظر آئیں گے۔

❁❁❁

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتیؒ بھی ہم سے جدا ہو گئے

تحریر: آمنہ خاتون

ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے شعبہ لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس کا ہر طالب علم اور محقق ان کے نام سے شناسائی رکھتا ہے آپ نے کراچی یونی ورسٹی سے لائبریری سائنس میں اوّلین پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ اسلامی کتب خانے ان کا خاص موضوع ہے یہی مقالہ آپ کی وجہ شہرت بنا یہ مقالہ کسی طفلِ مکتب کا نہیں بلکہ ایسی شخصیت کا ہے جس نے اپنی زندگی کے ۲۰ سال لائبریری میں عملی تجربہ حاصل کیا اور اردو فارسی، عربی زبانوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا آپ کو ان زبانوں پر دسترس حاصل تھی صرف اپنے مقالہ کے لیے آپ نے چھ سو کتابوں سے استفادہ کیا اور تیس ہزار سے زائد حوالے درج کیے یہ مقالہ ایک علمی، تاریخی دستاویز ہے اردو ادب کے علاوہ اسلامی تاریخ اور لائبریری سائنس کے طالب علموں کے لیے بھی اس میں معلومات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔

جو اسلامی تہذیب وثقافت اور تاریخ پر مستند اور جامع معلومات پیش کرتا ہے اور بہترین حوالہ جاتی مآخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ محقق نے اس مقالہ میں عہد رسالت سے اُموی دور تک کتب خانوں سے متعلق تاریخ وحقائق کو بہت جستجو اور دقیق نظری کے ساتھ یکجا کیا ہے یہ دل جمعی اور دیدہ ریزی کا کام ہے جو اسلامی تاریخ اور اداروں سے ان کی محبت کا بیّن ثبوت ہے۔ شعبہ لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس کی سابق صدر ڈاکٹر نسیم فاطمہ کی رائے یہ ہے کہ ''یہ کتاب کتب خانوں کے بنیادی فروعی اصولوں کا مفصل تعارف پیش کرتی ہے کتب خانوں کی نشوونما اور ارتقا پر ایک جامع تحریر ہے۔ املا کے عہد بہ عہد تاریخی سفر کی روئیداد پیش کرتی

ہے۔مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد کے کتب خانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔کیٹلاگ سازی،علوم کی درجہ بندی، کتاب سازی کے بنیادی مباحث کا خوبصورت مرقع ہے۔ نامور کتابیات سازوں ، کتابیاتی سرگرمیوں اورفن کتابیات کی اصطلاحات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یوں دیکھا جائے تو یہ پورے ایک عہد کے نظام کتب خانہ کی تشکیل وترتیب کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔تعلیمی پس منظرنام عبدالحلیم چشتی آپ کی ولادت جے پورانڈیا میں ۱۶/اپریل ۱۹۲۹ء میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ تعلیم الاسلام، جے پورراجستھان میں حاصل کی اس کے بعددرس نظامی کی تکمیل کی پھردیوبند سے پانچ سال تعلیم حاصل کی آپ کے استادمولانا حیدرحسن خان تھے جن کاتعلق ٹونک سے تھادیوبند میں آپ کا قیام ۱۳۶۳۔۱۳۶۹ھ تک رہا۔

آپ نے ۱۹۶۷ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم۔اے کیا اور ۱۹۷۰ء میں لائبریری سائنس میں ماسٹرز کیا۔ ۱۹۸۱ء میں آپ نے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی ڈاکٹر صاحب کی اندرون و بیرون ملک پیشہ ورانہ خدمات کا عرصہ تقریبًا ۳۴ سال پر محیط ہے۔ان دنوں جامعۃ الرشید میں استاد کی حیثیت سے دینی علوم کی تعلیم دے رہے تھے۔

خاندان: آپ کے والدمولانا عبدالرحیم عالم دین تھے ڈاکٹر صاحب کا گھرانہ علم وفضل کا گہوارہ تھا آپ ۵ بھائی ہیں جن میں آپ کوشامل کرکے تین بھائی عالم دین عربی، فارسی کے ماہراور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ بڑے بھائی عبدالرشیدنعمانی نے ''لغت القرآن'' ندوۃ المصنفین سے شائع کی، دوسرے بھائی عبدالعلیم ندوی لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد راجپوتانہ یونیورسٹی میں فارسی کی تعلیم دیتے تھے۔آپ کے والدمولانا عبدالرحیم شاعر تھے،خاطرتخلص رکھتے تھے۔ پرنٹنگ کا کاروبار کرتے تھے آپ کا پرنٹنگ پریس ''مطبع رحیمی'' کے نام سے مشہور تھاوہ خودبھی بہت اچھے خوش نویس تھے۔حالاتِ زندگی: بقول ڈاکٹر صاحب میرے والد مذہبی ذہن رکھتے تھے وہ خود عالمِ دین تھے اور مجھے بھی عالمِ دین بنانا چاہتے تھے ڈاکٹر صاحب نے مسکرا کر اپنے ماضی میں جھانکتے ہوئے فرمایا کہ ابتدا میں میرا دل پڑھنے لکھنے کی طرف مکمل راغب نہیں تھا شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ تایا کے بچے انگریزی تعلیم حاصل کررہے تھے۔تایا مالی طور پر خوش حال تھے ان کا رہن سہن جدید طرز پر تھا والد صاحب مجھے دین دار اور عالم بنانا چاہتے تھے مگر میں سلیم شاہی

جوتی اور روایتی لباس پہننے کو تیار نہیں تھا میری خوب پٹائی بھی ہوئی مگر مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا میں نے پڑھ کر نہ دیا یہ ۱۹۳۹ء یا ۱۹۴۰ء کی بات ہے جب میرے والد نے مجھے جنرل اسٹور پر بٹھا دیا کچھ عرصہ بعد بھائی کی شادی ہوئی تو ان کے ساتھ میری بھی شادی کر دی گئی کم عمری تھی مجھے تجارت کا کوئی تجربہ نہیں تھا مجھے اسٹور چلانا نہیں آیا بھائی کو والد نے حیدرآباد دکن بلالیا میرے مزے آگئے میں نے اسٹور کو خوب لُٹایا والد صاحب بھی ''معجم المصنفین'' (اس کتاب میں ۶۰ ہزار مصنفین اور علما کے حالات زندگی درج کیے گئے ہیں۔) کی تیاری کے سلسلے میں دکن جا چکے تھے۔ اب کوئی دیکھنے والا تو تھا نہیں لہٰذا دکان چلنے کے بجائے تباہ ہوگئی محلہ والوں نے والد کو شکایتیں لگائیں تو والد صاحب مجھے بھی دکن لے گئے دکن میں والد صاحب کا دفتر علمی و ادبی تہذیب کا گہوارہ تھا۔ بڑے بڑے علما، فضلا یہاں آئے محفلیں جمتیں مشاعرے ہوتے جن میں میں بھی شریک ہوتا تھا۔ اب ان لوگوں کے سامنے مجھے شرم آنے لگی کہ مجھے تو کچھ نہیں آتا پھر مجھے پڑھنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ میں کتب خانہ آصفیہ سے کتابیں لاکر پڑھنے لگا اور طے کرلیا کہ مجھے ہر قیمت پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے۔

۱۹۴۰ء میں والد صاحب نے مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن میں داخلہ کروا دیا جہاں ابتدائی عربی تعلیم حاصل کی اس کے بعد جے پور راجستھان کے مدرسہ تعلیم میں داخلہ لیا یہاں سے میں نے ''منشی فاضل'' کیا اس کا امتحان دلّی میں ہوا اور اس کا ایک انگریزی اخبار میں رزلٹ آیا تھا۔ اس کے بعد دو سال تک عربی پڑھی جو ''الکافیہ'' نحو کی کتاب تک پڑھی یہاں سے مجھے دیوبند بھیج دیا گیا اور میرے لیے وظیفہ مقرر ہوا جو الکافیہ پڑھنے کے بعد ملتا تھا دیوبند کے داخلہ میں مشکل ہوئی تو بھائی جان کی معرفت کام آگئی ۵ سال تک دیوبند میں تعلیم حاصل کی جس کا سلسلہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان آنے کی وجہ سے ختم ہوگیا۔

ملازمت: ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ہجرت کے بعد مسائل کا سامنا ہوا پہلا مسئلہ روزگار کا تھا پورا خاندان ہمارے ساتھ تھا ایک جاننے والے حضرت جو پوسٹ آفس میں اعلیٰ عہدے پر تھے ہمارے گھر ٹھہرے ان کی معرفت بھائی کو پوسٹ آفس میں نوکری مل گئی ہم آرام باغ کی ایک بلڈنگ میں ٹھہرے تھے مہاجروں نے جگہ جگہ مکانات اور بلڈنگوں میں رہائش اختیار کر کے قبضہ کرلیا تھا مگر ہم عزت کے خوف سے ایڈوانی ہائی اسکول کی بلڈنگ میں آگئے جہاں بہت سے مہاجر پناہ لے چکے تھے۔ پھر ہم نے اپنے

بڑے بھائی کو (جو اردو عربی کتابوں کے مصنف تھے اور عالم دین تھے انھوں نے لغات القرآن ندوۃ المصنفین سے شائع کی تھی) پاکستان بلالیا۔ان کے جاننے والوں نے رنچھوڑ لائن میں ایک فلیٹ دے دیا تو ہم سب اس میں رہنے لگے ۱۹۴۸ء میں، میں نے اپنی بقیہ تعلیم مکمل کی اور مجھے ''سند فراغ'' ملی جو ۵ سال بعد ملتی تھی۔ ۱۹۴۹ء میں، میں ریڈیو پاکستان میں ملازم ہوگیا اس زمانے میں مولانا احتشام الحق ریڈیو پاکستان سے قرآن کی تفسیر بیان کرتے تھے میں وہاں ان کے اسسٹنٹ کے طور پر ۲ سال تک کام کرتا رہا جب احتشام الحق صاحب کو سبکدوش کر دیا گیا تو میں نے بھی وہاں کی ملازمت چھوڑ دی اور پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی میں ملازمت حاصل کرلی۔

اس زمانے میں مسجد خضرا کے پاس صدر میں بیرکوں کے اندر لیاقت نیشنل لائبریری بنا دی گئی تھی ابن حسن قیصر اس وقت لائبریرین تھے۔ایک دن ان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے لائبریری کی کچھ کتابیں داخلہ رجسٹر میں درج کر دو میں نے ۱۰۰ کتابیں درج کر دیں کچھ دن بعد انھوں نے بتایا کہ وہاں جگہ ہے میں نے جا کر انٹرویو دے دیا اس طرح میں ۱۸۰ روپے تنخواہ پر گورنمنٹ ملازم ہوگیا۔اس وقت ولایت حسین شاہ لائبریرین تھے یہاں میں نے ۱۴ سال ملازمت کی میرا ڈائریکٹر ایک بنگالی نورالصفا تھا وہ چھٹی بالکل نہیں دیتا تھا جو پریشانی کا باعث تھا اس زمانے میں ڈاکٹر عبدالمعید بھی اکثر لائبریری میں آتے رہتے تھے۔ایک دن انھوں نے مجھے اطلاع دی کہ کراچی یونی ورسٹی کے اورینٹل سیکشن میں جگہ خالی ہونے والی ہے آپ ان کی جگہ آجائیں۔چنانچہ میں نے درخواست دے دی میرا انتخاب ہوگیا اس وقت عبیداللہ قدسی کراچی یونی ورسٹی اورینٹل سیکشن کے انچارج تھے۔ان کے بہنوئی کا منسٹری سے تعلق تھا وہ جوائنٹ سیکریٹری تھے لہٰذا قدسی صاحب کو توسیع مل گئی اور میں ان کا اسسٹنٹ بن گیا ۱۰ سال بعد مجھے ان کی جگہ ملی یعنی ۱۷ گریڈ میں میرا تقرر ہوا کچھ عرصہ میں نے یونی ورسٹی مسجد کے خطیب کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۹۰ء کو میں نے توسیع لی اور ۲۷ جولائی ۱۹۷۷ء میں دو سال کی چھٹی لے کر نائیجریا چلا گیا جہاں بیرو یونیورسٹی میں سینئر کیٹلاگر کی حیثیت سے ۱۰ سال خدمات انجام دیں۔ ۱۴ مارچ ۱۹۸۱ء میں مجھے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری ایوارڈ ہوئی ۱۹۷۱ء میں میں نے پی۔ایچ۔ڈی میں داخلہ کی درخواست جمع کرائی تھی اس طرح یہ عرصہ ۱۰ سال میں ڈاکٹریٹ مکمل ہوا۔عبدالمعید صاحب میرے نگراں تھے اب سات

سال سے جامع الرشید میں استاد کی حیثیت سے تعلیم دے رہا ہوں۔ مدرسہ بنوریہ ٹاؤن میں شعبہ تحقیق و حدیث کا نگران اعلیٰ ہوں۔ میرے بیٹے حافظ محمد ثانی اسلامیات میں پی۔ایچ۔ڈی ہیں اور لائبریری سائنس میں بھی ماسٹرز کیا ہے آج کل وہ DHA کالج میں پڑھا رہے ہیں۔ میرے ۴ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں سب حافظ قرآن ہیں محمود اور حماد دو بیٹے گورنمنٹ ملازم ہیں اور ایک حافظ محمد اول گارنمنٹ کا کاروبار کرتے ہیں بیٹی حبیبہ مدرسہ البنات بنوری ٹاؤن کی نگران ہیں۔

تصانیف: ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی اسلامیات، کتب خانوی سائنس دونوں پر دسترس رکھتے ہیں ہمہ وقت مطالعہ اور تحقیق میں مصروف رہتے ہیں۔

ان کی تصانیف درج ذیل ہیں: ۱۔اسلامی قلم رو میں اقراء اور علّم بالقلم کے ثقافتی جلوے (دو جلدیں)/ اسلامی کتب خانے۔تذکرہ علامہ جلال الدین سیوطی۔حیات امام جزری۔حیات وحیدالزماں رموز تدریس وتربیت/ ارشادات۔زادالمتقین فی سلوک طریق الیقین ترجمہ وتشریح۔سید احمد شہید کی اردو تصانیف اردو ادب پر ان کی تحریک کا اثر۔عدۃ الحصن الحصین/محمد بن جزری، ترجمہ وتشریح۔عہد نبوی میں صحابہ کرام کی فقہی تربیت۔فرزند کامل پوری ومعتمد بنوری۔فوائد جامعہ شرح عجالہ نافعہ۔مشارق الانوار۔نصیحۃ المسلمین۔آپ نے بہت سی کتابوں کے مقدمے، تقریظ اور تاثرات رقم کیے۔ ۱۵۔اطہر مبارک پوری، قاضی علم وعلماء/ قاضی اطہر مبارک پوری۔ ۱۶۔البضاعۃ المزجاۃ لمن یطالع المرقاۃ/ مقدمہ۔مسند عائشہ/ مرتبہ جمیل نقوی، مقدمہ ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی۔احناف حفاظ حدیث کی فن جرح وتعدیل میں خدمات/ محمد ایوب الراشیدی، تاثرات ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی۔سوئے حرم، رشید احمد، تقریظ ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی۔نبوت اور سلطنت، تقریظ ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی۔تدوین قرآن افادات، مناظر احسن گیلانی، مقدمہ ڈاکٹر مولانا عبدالحلیم چشتی، بڑھاپے کے باوجود آپ کا تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری رہا۔آپ کو کتابیں پڑھانے اور جمع کرنے کا شوق تھا، آپ کی رہائش گاہ کے کئی کمرے کتابوں اور رسائل سے بھرے ہوئے ہیں، آپ کے شخصی ذخیرہ کتب کی اہمیت وافادیت ایک الگ مضمون کی متقاضی ہے۔

❁❁❁

مولانا ڈاکٹر عادل خان شہیدؒ

مولانا عزیز الرحمان عظیمی
استاد جامعہ بنوریہ عالمیہ/ سابق استاد جامعہ فاروقیہ کراچی

ایک عبقری شخصیت آہنی اعصاب اور عقابی نگاہوں والا وہ بزرگ جب عجب بے نیازی کمال بے اعتنائی اور حیرت انگیز پامردی کے ساتھ تن تنہا مدرسے سے نکلتے "حسینی مشن امام بارگاہ" کے عین سامنے سے پان خرید کر منہ میں رکھتے اور خراماں خراماں بہ صد بشاشت وطمانیت واپس ہوتے تو ایک خلقت ششدر رہ جاتی تھی، یہ منظر دیکھ کر بڑے بڑوں کا پتا پانی ہوجاتا تھا یقین جانیے اُس وقت ارض پاک پر یقیناً ان سے بڑا کوئی شیعہ مخالف شخص نہیں ہوگا مگر ان کی دلیری اور بے جگری ضرب المثل رعب ودبدبہ دیدنی اور ان کی شھامت واستقامت بے مثال تھی اسے دنیا مولانا سلیم اللہ خان کہتی تھی اس وقت "مولانا" کا وہی بدرجۂ اتم اور علی الاطلاق واحد مصداق ہوتے تھے وہ سرِ شام معرکہ کے میدان میں یا کہیے سوئے مقتل نکلتے دشمن پر شیر کی طرح دھاڑتے اور اولوں کی مانند برستے تھے دلائل وبراھین کے بارود سے اس کے دجل وطغیان کے محاذوں پر شب خون مارتے اور پھر فاتحانہ انداز میں اس کے مورچوں کے سامنے سے گذر کر اپنے کچے مکان میں آکر چین کی نیند سوتے اور اگلی صبح مسندِ درس پر رازی وغزالی دوراں بن کر جلوہ افروز ہوتے تو ان کے فیوض وعلوم کے چشمہ فیاض سے بے شمار تشنگان اپنی سیرابی کا سامان کرتے تھے، زندگی بھر وہ طاغوت سے ٹکرایا، طاقت ورعونت کو پائے حقارت سے ٹھکرایا، 90 برس کی عمر ایسی گذاری کہ خوف وخطر کی پرچھائیاں بھی ان پر نہیں پڑیں، عدوّ بداندیش ان کا بال بھی بیکا نہ کرسکا، وہ اولوالعزمی کی زندگی جیے اور عزت کی موت مرے۔

مولانا عادل خان شہیدؒ انہی کا نسلی اور روحانی بیٹا تھا عزیمت میں ان کا ثانی اور طبیعت میں

قدرے مختلف خاندانی آفریدی تھے اور مشرباً مکتب شیخ الھند کا مدنی مزاج کارکن ہم نے ان کے والد کی صرف مشیخت دیکھی جبکہ بیٹے کی جوانعمر ی بھی دیکھی اور جوانمردی بھی، ہم نے عہد طالبی میں ان کی دلیری کی کہانیاں سنی تھیں عمر گذرنے کے ساتھ کئی سنی سنائی جعلی کہانیوں سے نقاب اترتا ہے اور ان کی حقیقت سے دوری، عیاں ہوتی ہے پر یہاں عمرِ رواں کی ہر گھڑی ان کہانیوں کی سچائی سامنے لاتی رہی اس پر مہر تصدیق ثبت کرتی رہی ہم نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ حقیقی عادل خان کی کرشمہ سازیاں تخیلاتی شخصیت سے کہیں بڑھ کر تھیں پاکستان میں کسی دو چار پھولوں والے پولیس آفیسر سے کسی کیپٹن شیپٹن سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا تو ان کی معمول کی کارگذاری تھی اب وہ دیوھیکل امریکہ میں اپنی ذھانت وزیرکی اصابت رائے اور پختہ خیالی کے جھنڈے نصب کر گئے تھے اپنے روایتی نہیں انقلابی اقدامات کا لوہا منوا چکے تھے اور جب کچھ ناگوار حالات کے سبب امریکہ سے نکل آئے تو یہاں گرجتے لہجے میں محفلِ احباب میں ہم نے ان کو یہ کہتے ہوا سنا" امریکہ بش کے باپ کا نہیں ہے، ہم پھر جائیں گے اور وہاں کام کریں گے، اسلام کا کام کریں گے، انسانیت کے لئے کام کریں گے" یہاں آئے تو آرام سے بیٹھنا ان کے مسلک میں حرام تھا تب موقع غنیمت جان کر احباب کو بلایا، اپنے سوئے ہوئے مسلک ومشرب کو جگایا اس کی مردہ رگوں میں نئی روح پھونکی اسے نئی جہات سے روشناس کرنے نکلے اور ملک بھر میں ایک دھوم مچائی سب کو یکجا کیا سب کا سہارا بنے سب کو حوصلہ دیا اور مقبولیت ومحبوبیت کی معراج چھونے لگے پھر کچھ اندرونی مسائل وناہمورایوں سے الجھتے الجھتے ملائشیا نکل گئے وہاں بھی چین سے نہیں بیٹھے اپنی مدد آپ صفر سے آغاز کیا معاش ومعاد دنیوی کاروبار اور دینی کاز کی دوطرفہ جدوجہد میں لگ گئے، جہد مسلسل کی تاریخ رقم کی نت نئی راہیں تلاش کیں اپنا ایک جہانِ تازہ ایجاد کیا اور جب پوری طرح سنبھل گئے تو ابا جان کے حضور فدویانہ پیش ہوئے امی جان کی قدم بوسی کے لئے عقیدت مندانہ حاضر ہوئے وہاں گئے تو یہاں کے معاملات سے ایسا ہاتھ کھینچا کہ جیسے کسی سے تعارف ہو نہ تعلق نظر التفات بھی نہیں کرتے تھے شیخ سلیم اللہ خان کی رحلت سے چند لمحے پیشتر دیار غیر سے آئے دعائیں لیکر، جنازہ پڑھ کر، تعزیت وصول کر جانے کے لئے کھڑے ہوئے تو محبین ومعتقدین کی ضد آڑے آئی، آہیں اور سسکیاں پاؤں کی زنجیر بنیں قربتیں سنگ

راہ بنیں اور انہیں واپس جانے نہیں دیا گیا تب انہوں نے اہل خانہ اور اہل زمانہ کے التماس کو، حکم جان کر اس کی تعمیل کی کیوں کہ خود اعتمادی سے سرشار تھے، خود پسند نہ تھے خود دار تھے خود سر نہ تھے قد آور تھے مگر قدر دان بھی تھے تو رہنے پر آمادہ ہوئے اور سابقہ جامعہ کو پھر سے سنبھالا دو اڑھائی سال میں اسے ہیرے جواہر کا مالا بنا کر دکھایا اس کی رونقیں بحال کیں اس کی محوری حیثیت کو دوبارہ قائم کیا اور جب وقت آیا دین کی حرمت اور مقدساتِ دین کے ناموس کا تو بڑے حوصلے سے طاغوتی قوتوں کو للکارنے نکلے شبانہ روز مساعی کا ایک نیا ریکارڈ قائم کیا سلَف کا مؤمنانہ کردار زندہ کیا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر سر بکف حق و باطل کا معرکہ لڑا اور لڑتے لڑتے جام شھادت نوش کیا۔

شوق شہادت عموماً قدیم طرز کے مولویوں میں ہوتا ہے وہ جدید تعلیم سے لیس تھے پھر بھی سر پھرے تھے، محدود دائرے میں بند بندے اکثر ناقابل تسخیر ہوتے ہیں وہ جہاں دیدہ تھے عالَمِ انسانی کی وسعتیں دیکھی تھیں مگر اصولوں پر سمجھوتے اور حق وصدق سے سرِ مو انحراف کے قطعاً روادار نہ تھے، کہیں کسی چیز کا اثر نہیں لیا، بلکہ سب پر اثر انداز ہوئے مدرسے کے پڑھے ہوئے تھے مگر جدید عربی روانی سے بولتے لکھتے تھے انگلش پر عبور تھا بیک وقت سیاست اور طریقت دونوں کے رمز آشنا تھے داعی بھی تھے جہادی بھی، اعلی پائے کے منتظم بھی تھے، چوٹی کے معلم بھی، بوریا نشینی کا بھی ذوق رکھتے تھے، ریڈ کارپٹ پر چلنے کا ہنر بھی جانتے تھے، گوشہ نشینی سے بھی الرجک نہ تھے اور پروٹوکول سے بھی انہیں کوئی چڑ نہ تھی بہر صورت معتدل اور حقیقت پسند تھے مگر ذرہ بھر بھی اصول پر کمپرومائز کے قائل نہ تھے، دبنگ اتنے تھے کہ کسی چیف کو خاطر میں نہ لاتے تھے، ملنگ ایسے تھے کہ بچوں اور خستہ حال راہ گیروں کے لئے بھی رکتے اور ان سے بھی گھل مل جاتے تھے، صحیح معنوں میں عبقری (جینئیس) تھے ان جیسا کوئی میرے عہد کی ماؤں نے جنا ہے نہ ہم نے دیکھا ہے کبھی کبھی وہ مجموعہ اضداد لگتے تھے آگ و پانی کے امتزاج کا گمان ہوتا تھا الغرض ان کی شخصیت کی عکاسی کے لئے ہم جیسوں کو زبان و بیان کی تنگی داماں کا احساس ہوتا ہے۔ بخدا ان کی کہانی عمر بھر لکھتا رہوں تو بھی نہ لکھ پاؤں۔ خداوند ان کے بیٹوں کو ان جیسا بنا دے، ہم نہ سہی ہماری نسلوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور دل مسرور۔

❁❁❁

ہندو پاک میں معروف اور مقبول "نورانی قاعدہ" کے مولف

حضرت مولانا نور محمدؒ

جمع وترتیب
قاری محمد عبدالمالک
نبیرہ حضرت مولانا نور محمد حقانی

محمد عبدالمالک ولد قاری عبدالرشید ولد مولانا احمد حسن ولد مولانا نور محمد حقانیؒ

پاک و ہند میں معروف "نورانی قاعدہ" کے مولف حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ کے مختصر حالات زندگی پیش خدمت ہیں:

ولادت باسعادت

مولانا نور محمد حقانی لدھیانویؒ کی ولادت باسعادت 1272ھ بمطابق 1856ء میں لدھیانہ شہر میں ہوئی، آپ کا مختصر سلسلہ نسب یہ ہے:

نور محمد بن علی محمد بن محکم الدین بن جیون بن نور بخش۔

آپ کے والد صاحب مولانا حافظ علی محمدؒ نے 1860ء سے لدھیانہ میں درس وتدریس کا باضابطہ سلسلہ شروع کیا، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ علی محمد صاحبؒ نے لدھیانہ میں ایک وسیع مکان خرید کر آدھے میں سکونت اختیار فرمائی اور دوسرے آدھے میں مدرسۃ البنات قائم فرمایا، مولانا خلیل اللہ صاحب اپنی کتاب جندحریت میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری ناقص معلومات میں یہ پہلا مدرسۃ البنات تھا جو خاص نظم کے ساتھ اس ملک میں قائم ہوا، جہاں مسلمان لڑکیوں کو قرآن پاک تجوید کے ساتھ حفظ کرایا جاتا تھا۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ صحاح ستہ، علم تفسیر وحدیث حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ جیسے اکابر علماء سے حاصل کیے، ہندوستان کے معروف بزرگ حضرت مولانا شاہ

www.darultaqwa.org

عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری آپ کے ہم درس و ہم جماعت تھے۔

مولانا نور محمد صاحبؒ آٹھ سال متواتر جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھنے کے بعد شعبان 1299ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

مولانا نور محمد لدھیانویؒ نے تکمیل علوم کے بعد اشاعت دین کو مقصد حیات بنایا اور اپنے لئے حقانی لقب پسند فرمایا اور شہر لدھیانہ کو اپنی درس و تدریس کا مرکز بنایا۔

قرآن کریم اور دینی تعلیم و تربیت

مولانا نور محمد صاحبؒ کے قیام سہارنپور بسلسلہ تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم کے دوران آپ کا اصلاحی تعلق قطب وقت حضرت میاں عبدالرحیم صاحب سرساوی سہارنپوریؒ سے قائم ہوگیا تھا تو حضرت میاں صاحبؒ نے اپنے مدرسہ تعلیم القرآن کا انتظام آپ کے سپرد فرمادیا تھا اور آپ حضرت کے وصال تک اس مدرسہ کی نظامت کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے سلسلہ تعلیم القرآن میں بھی حضرت عالی رائے پوریؒ کے ساتھ مل کر قرآن کریم اور دینی تعلیم و تربیت کی خدمات انجام دیتے رہے بلکہ حضرت رائے پوریؒ کے سلسلہ مدارس تعلیم القرآن کے نگران اعلی اور ناظم اور ممتحن مدارس کی خدمات سرانجام دیتے رہے اور مدرسین کی تدریب و تعلیم بھی مولانا نور محمد صاحبؒ ہی کے ذمہ تھی۔

حضرت اقدس رائے پوریؒ نے حضرت مولانا نور محمد صاحب لدھیانویؒ سے اردو اور عربی سیکھنے کیلئے الگ قاعدہ لکھوایا اور ان کا نام نورانی قاعدہ تجویز فرمایا اور اپنے مکاتب قرآنیہ کے نصاب میں شامل فرمایا، چنانچہ خود مولانا نور محمد لدھیانویؒ تعلیم المعلمین میں لکھتے ہیں" اس امر کی ضرورت تھی کہ کوئی اس قسم کا قاعدہ تیار کیا جائے جس سے بچوں میں قرآنی الفاظ کے ہجے کرنے اور رواں پڑھنے کی کافی استعداد پیدا ہوجائے اس مطلب کیلئے احقر نے اپنے خیال ناقص کے موافق نورانی قاعدہ مع طریقہ تعلیم تیار کیا جسے حضرت اقدس مولانا حاجی شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے بنظر قدردانی پسند فرمایا اور مدارس تعلیم القرآن کے نصاب میں داخل کیا اور حقیقت یہ ہے کہ اگر نورانی قاعدہ صحیح طریقہ سے پڑھ لیا جائے تو قرآن پاک پڑھنا آجاتا ہے۔

اعلی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے آپ کا مخلصانہ نیاز مندانہ تعلق تھا حضرت بھی آپ پر اعتماد و اعتبار فرماتے تھے چنانچہ ربیع الاول 1334ھ میں حضرت نے جو وصیت نامہ تحریر فرمایا وہ مولانا نور

محمد صاحبؒ کے قلم ہی کا لکھا ہوا ہے۔حضرت مولانا نور محمدؒ کے اخلاص اور حضرت رائے پوریؒ کی برکت تھی کہ نورانی قاعدہ کو قبول عام نصیب ہوا اور بلاشبہ لاکھوں کی تعداد میں حفاظ کے حفظ قرآن کی بنیاد ثابت ہوا اور یہ سلسلہ بلا اختلاف ملک ومسلک تاحال جاری ہے۔

وفات

حضرت مولانا نور محمد لدھیانویؒ بروز بدھ 23 ذی الحجہ 1343ھ بمطابق 15 جولائی 1925ء کو لدھیانہ میں وفات پائی اور فیل گنج کے قبرستان میں آسودہ خاک ہوئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

❁❁❁

علم وعمل کے تین آفتاب غروب ہو گئے

شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان شہید صاحبؒ

شیخ الحدیث جامعۃ الرشید کراچی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحبؒ

شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ رائیونڈ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحبؒ

کے سانحہ ارتحال پر انتہائی دکھ کا اظہار کرتے ہیں اور غم کی اس گھڑی میں جامعہ دارالتقوی کی انتظامیہ، اساتذہ اور ماہنامہ دارالتقوی کی پوری ٹیم حضرات کے لواحقین، معتقدین اور روحانی فرزندوں کے دکھ میں برابر کی شریک ہے۔

اللہ تعالی مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور ان کے علوم وفیوض کو تمام عالم میں عام فرمائے۔آمین

جامعہ دارالتقوی لاہور

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مرتب: مولانا محمد ذوالکفل

استاد جامعہ دارالتقوی لاہور

(قسط نمبر:10)

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کردیں۔حاجی صاحبؒ کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی وملی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پر نہ ہوسکے لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے ،ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کی حقیقی احوال وواقعات مجتمع ہوجائیں تاکہ ان کی سیرت وکردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرکے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشرواشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات ،دینی وتبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات وواقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہوگئی جو بحمد للہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ بک گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ماہنامے میں قسط وار شائع کیا جائے۔امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

حضرت حاجی صاحب جوانی کے زمانے سے ہی شاہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے اور شاہ صاحب

کی قائم کردہ جماعت مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے جب کبھی شاہ جی کا تذکرہ ہوتا تو اتنے واقعات مع جزئیات کے سناتے گویا ابھی بالکل ان کے سامنے ہیں۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب مولانا الیاس صاحب اور مولانا یوسف صاحب کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ جی کے بھی گویا عاشق ہیں۔ واقعات سناتے وقت انداز کچھ یوں ہوتا کہ ان کے فلاں جلسے میں میں موجود تھا فلاں موقع پر میں ان کے ساتھ تھا ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک تھا۔ فلاں موقع پر انہوں نے یہ فرمایا وغیرہ وغیرہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حاجی صاحب کے دماغ کی سکرین پر یہ تمام واقعات نقش ہیں چند ایک واقعات کا ذکر بطور خاص کرتے تھے ایک دفعہ فرمایا کہ امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت ہونے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی حضرت رائے پوری نے بیعت کرنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ میں تو بیعت نہیں کروں گا۔ حضرت شاہ جی نے التجا فرمائی کہ ہندوستان میں جتنی بھی خانقاہیں ہیں تقریباً سب میں انگریز کا ہاتھ پہنچ چکا ہے صرف ایک رائے پور کی خانقاہ ہے جو انگریز کے اثر و رسوخ سے بچی ہوئی ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میرے مریدین کو بھی آپ کی طرف سے یہ نسبت حاصل ہو جائے مگر حضرت رائے پوری تھے کہ مانتے ہی نہ تھے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ احتجاجاً صبح سے شام تک ان کے در پے بیٹھے رہے شام کو حضرت رائے پوری نے دیکھا تو اپنے پاس بلایا اور بیعت فرما لیا اور فرمایا کہ اب لوگوں کو توبہ کروایا کرو۔ گویا خلافت بھی عطا فرما دی۔

ایک دفعہ ذکر فرمایا کہ: ختم نبوت کے ایک جلسے میں حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے تقریر فرمائی، وہ تقریر اتنی جان دار اور جامع تھی کہ اس کے بعد کسی تقریر کی ضرورت نہ تھی لیکن پروگرام کے مطابق اس کے بعد شاہ جی کی تقریر طے تھی مگر شاہ جی نے تقریر نہ فرمائی اور فرمایا کہ: اس تقریر کا تاثر قائم رہنا چاہیے۔

حضرت حاجی صاحب نے بہت وقت مجلس احرار اسلام کے کارکن ہونے کی حیثیت سے گزارا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حاجی صاحب نے بھرپور شرکت کی اور ختم نبوت کے اکابر علماء کے ساتھ اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا تحریک کے بعد بھی ختم نبوت کے کام سے بہت تعلق رکھتے تھے اور جن اکابر کا تعلق تحریک ختم نبوت سے رہا ہے ان کی اولادیں اور متعلقین جب حاضر خدمت ہوتے تو حضرت ان سے تفاصیل پوچھا کرتے۔

چنانچہ مولانا اعجاز مصطفی صاحب مدیر ماہ نامہ بینات کراچی رقم طراز ہیں کہ:

''ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے تحریک ختم نبوت اور شاہ

جی کا تذکرہ شروع کر دیا اس سلسلے میں ایسے ایسے واقعات سنائے کہ میں حضرت حاجی صاحب کی قوت حافظہ سے دنگ رہ گیا پھر مجھ سے پوچھا کہ: شاہ جی کی سوانح کس کس نے لکھی ہے.....؟ میں نے عرض کیا: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا سید محمد کفیل شاہ بخاری اور مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے۔ پھر پوچھا کہ: ''آپ کا دفتر پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ پر ہے'' میں نے عرض کیا جی ہاں پھر پوچھا: وہاں سے رسالہ نکلتا ہے؟ عرض کیا کہ دفتر ختم نبوت کراچی سے ہفتہ روزہ ''ختم نبوت'' اور ملتان سے ماہنامہ لولاک'' نکلتا ہے حاجی صاحب نے فرمایا: ''لولاک تو فیصل آباد سے نکلتا تھا'' میں نے بتلایا کہ ''اب ملتان سے نکلتا ہے۔''

پھر حاجی صاحب نے فرمایا کہ: لندن میں جو ختم نبوت کا دفتر ہے میں وہاں گیا تھا اس دفعہ برطانیہ کی ختم نبوت کانفرنس ہوگئی؟ میں نے عرض کیا کہ: ۲۴ جون کو ہو چکی ہے۔ حاجی صاحب نے فرمایا: اس کی کچھ کارگزاری سناؤ: میں نے جواب دیا کہ: حضرت میں خود نہیں گیا تھا بلکہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی امیر مرکزیہ، حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا مفتی خالد محمود اور دوسرے حضرات تشریف لے گئے تھے ابھی میری مولانا اللہ وسایا صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی اس لیے مجھے علم نہیں ہے۔ تو حاجی صاحب نے شفقت سے میرے چہرے پر ہلکی سی چپت لگائی..... مفتی خالد محمود صاحب کا نام سنا تو پوچھا کہ یہ کون ہیں: عرض کیا: مولانا عبدالمجید سکھروی کے بیٹے ہیں''۔ ختم نبوت کی کانفرنس اور رسائل کے بارے میں پوچھنے سے اندازہ ہوا کہ حاجی صاحب کو اب بھی ختم نبوت کے کام کی کتنی فکر لگی رہتی تھی اور پروگراموں اور کانفرنسوں کی کارگزاری بھی معلوم فرمایا کرتے تھے.....''

اسی طرح جب اور لوگ بھی حاضر ہوتے تو حاجی صاحب بہت کھود کرید کر کے سوالات فرماتے جس سے حاجی صاحب کا ختم نبوت سے انتہائی لگاؤ نظر آتا تھا۔

❁❁❁

سفرنامہ

بیس ملکوں کا سفر

مفتی تقی عثمانی مدظلہ

قسط نمبر 14

سفرنامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیّر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کردیتی ہیں۔ "جہان دیدہ" بھی ایسا ہی ایک سفرنامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ کے سفرناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفرنامہ "سفر در سفر" پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار "جہان دیدہ" شائع کیا جارہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم وعمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاءاللہ

ابوالہول

اہرام جیزہ کے مشرقی جانب میں شہرہ آفاق "ابوالہول" واقع ہے، یہ دراصل ہرم اوسط کے بانی خفرے کا مجسمہ ہے جو اس نے خود اپنی زندگی میں بنوایا تھا مقریزیؒ نے لکھا ہے کہ اس کا قدیم نام "بیلبیب" تھا عربوں نے اس کا نام "ابوالہول" رکھ دیا۔ مقریزیؒ کے زمانے میں اس مجسمے کا سر اور گردن سطح زمین پر نظر

آتی تھی اور لوگوں کا قیاس یہ تھا کہ باقی جسم زمین میں مدفون ہے چنانچہ بعد میں کسی وقت زمین کھودی گئی تو قیاس درست نکلا، اب اس کے چاروں طرف زمین کھدی ہوئی اور پورا مجسمہ نظر آتا ہے البتہ چہرے کے نمایاں نقوش مٹے ہوئے ہیں اور مقریزیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک صوفی بزرگ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ہمیشہ روزے سے رہتے تھے انہوں نے بہت سے منکرات کے ازالے کے لئے ایک مہم شروع کی اور اسی مہم کے دوران انہوں نے ابوالہول کے چہرے کو اس طرح بگاڑ دیا کہ چہرے کے نقوش نظر نہ آئیں۔ (الخطط ص 217 ج 1)

بہرکیف! یہ مجسمہ 240 فٹ لمبا اور 66 فٹ اونچا ہے اس کی ناک قدآدم ہے اور ہونٹ 7 فٹ سے زائد لمبے ہیں، چہرہ مردانہ ہے لیکن دھڑ شیر جیسا ہے اور یہ پورا مجسمہ ایک ہی پتھر کا بنا ہوا ہے۔

تاریخی روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اہرام اور ابوالہول کے لئے پتھر اسوان کے علاقے سے لائے گئے تھے جہاں آج کل اسوان بند تعمیر کیا گیا ہے۔

ابوالہول کے دائیں جانب ایک زیر زمین قلعہ نما عمارت کے کھنڈر ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ فرعونوں کے زمانے میں شہزادیوں کے کمرے تھے۔

جامع عمرو بن العاص

اہرام سے فارغ ہوکر ہم وسط شہر میں "جامع عمرو بن العاص" پہنچے جو نہ صرف مصر بلکہ پورے افریقہ کی قدیم ترین مسجد ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب حضرت عمرو بن العاص نے مصر فتح کیا تو یہاں سب سے پہلے ایک بڑی مسجد کی بنیاد ڈالنی چاہی اس وقت یہاں انگور وغیرہ کے باغات تھے حضرت عمرو بن العاص کے حکم پر زمین ہموار کی گئی مسجد کا قبلہ متعین کرنے میں اسی صحابہ کرام شامل تھے جن میں حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوالدردا اور حضرت ابو ذر غفاری کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مسجد کے سب سے پہلے امام خود حضرت عمرو بن العاص تھے اور موذن ایک دوسرے صحابی حضرر ابومسلم یافعی تھے۔

بعد میں حضرت مسلم بن مخلد انصاری نے (جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم تھے) اس مسجد میں توسیع کی اور اس میں مینار بنایا اور کہا جاتا ہے کہ مصر میں مسجد کے ساتھ مینار تعمیر کرنے کا آغاز انہوں نے ہی کیا۔ پھر 77ھ میں عبدالعزیز بن مروان نے یہ مسجد از سر نو تعمیر کی اور ان کے بعد ولید بن عبدالملک کے حکم سے اسے منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کیا گیا اس پر نقش ونگار کا اضافہ ہوا اور اس کے ستونوں پر سونے کا پانی چڑھایا گیا۔ (حسن المحاضرہ للسیوطیؒ ص 73 ج 1)

اس مسجد میں بڑے جلیل القدر بزرگان دین، علماء کرام، اولیاء، اتقیاء نمازیں پڑھتے رہے ہیں، ابتدائے اسلام میں یہی مسجد مجلس قضاء کا کام بھی دیتی تھی اور بعد میں یہاں بڑے عظیم الشان حلقہ ہائے درس بھی قائم ہوئے۔ علامہ ابن صائغ حنفی کا کہنا ہے کہ میں نے 749ھ سے پہلے اس مسجد میں چالیس سے زائد حلقے شمار کئے ہیں۔" نیز کہا جاتا ہے کہ رات کے وقت یہاں اٹھارہ ہزار چراغ روشن ہوتے تھے اور روزانہ گیارہ قنطار تیل خرچ ہوتا تھا۔ (حسن المحاضرۃ للسیوطیؒ ص 152 ج 2)

اس مسجد کی پوری تاریخ علامہ سیوطیؒ نے حسن المحاضرہ میں بیان فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین اسلام اور علماء وفضلاء کو اس مسجد کے ساتھ کتنا شغف رہا ہے۔

یہ مسجد پچھلے دنوں بہت بوسیدہ ہوگئی تھی اب اس کی از سر نو تعمیر کی گئی ہے اور اس میں بہت توسیع ہوئی ہے۔ آج بھی یہ قاہرہ کی ممتاز ترین مسجد ہے احقر نے نماز عصر اسی مبارک مسجد میں ادا کی نماز عصر کے بعد صف اول میں کافی لوگ تلاوت کرتے نظر آئے، کہیں اکا دکا طالب علم بھی دکھائی دیئے لیکن محسوس ہوا کہ

میں تب پہنچا کہ جب اس بزم سے رخصت کا ساماں تھا

جامع عمرو بن العاص سے باہر نکلے تو واپس ہوٹل تک پہنچتے پہنچتے مغرب ہوگئی، کئی راتوں سے نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس روز عشاء اور رات کے کھانے کے بعد جلد ہی نیند آ گئی۔

اگلے دن چار بجے شام تک قاہرہ مزید رکنا تھا میں نے اس وقت کو کارآمد کرنے کیلئے قاہرہ کے مختلف کتب خانوں کی سیر کا ارادہ کیا تھا چنانچہ صبح نو بجے سے دن دو بجے تک مختلف کتب خانوں میں پھر کر دستیاب کتب کا جائزہ لیتا رہا۔

سفر الجزائر

شام کو پانچ بجے الجزائر جانے کے لئے ہوائی اڈے پہنچ گیا یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز چار گھنٹے لیٹ ہے یہ وقت ایئر پورٹ پر ہی گذارا، رات کو ساڑھے گیارہ بجے الجزائر ایئر لائنز کے طیارے پر سوار ہوئے چار گھنٹے کا راستہ تھا لیکن وقت کے ایک گھنٹے کے فرق کی وجہ سے الجزائر کے وقت کے مطابق رات کو ڈیڑھ بجے جہاز الجزائر کے حواری بومدین ایئر پورٹ پر اترا یہاں وزارۃ الشئون الدینیہ کے افسران استقبال کے لئے موجود تھے رات کو ڈھائی بجے فندق السفیر پہنچ کر سو گئے۔

الجزائر کے دارالحکومت کا نام بھی الجزائر ہی ہے لیکن کانفرنس دارالحکومت سے تقریباً 260 کلومیٹر دور یہاں کے مشہور تاریخی شہر بجایہ میں منعقد ہو رہی تھی اس لئے صبح آٹھ بجے ہوٹل سے کار کے ذریعے ہم بجائی روانہ ہوئے تیونس کے مشہور عالم شیخ محمد الشاذلی الفیر اور سعودی عرب کے ڈاکٹر محمد بھی اسی کار میں رفیق سفر بنے۔ الجزائر شہر سے نکلتے ہی دائیں طرف متوسط بلندی کے سرسبز و شاداب پہاڑ اور بائیں طرف بحر متوسط کے خوبصورت مناظر شروع ہو گئے۔ یہ سارا سفر افریقہ کے شمال مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ہوا، کہا جاتا ہے کہ یہ شمالی افریقہ کا سب سے خوبصورت علاقہ ہے تصور کی نگاہیں ان حسین پہاڑوں اور سرسبز وادیوں میں ان خدامست مجاہدوں کے مقدس قافلے دیکھ رہی تھیں جنہوں نے عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں ہزار یا میل کا پرخطر سفر طے کر کے یہاں اللہ کا کلمہ بلند کیا اور اس بربری علاقے کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے کلام سے معمور کیا بلکہ اس کی زبان تک بدل دی۔

بجایہ میں

شہر بجایہ الجزائر کے دارالحکومت (الجزائر العاصمۃ) سے مغرب میں 285 کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے یہ مغرب اوسط کا ایک قدیم شہر ہے جو بحر متوسط کے کنارے اور جبل قواریہ کے دامن میں پھیلا ہوا ہے جبل قواریہ سطح سمندر سے 600 میٹر کی بلندی پر واقع ہے اور اس کی ڈھلان ساحل سمندری تک چلے گئے ہیں قدیم شہر بجایہ انہی ڈھلوانوں پر آباد ہے اور ساحل سمندر سے جبل قواریہ کو دیکھیں تو درمیان میں شہر کی عمارتیں ایک زینے کی طرح پہاڑ پر چڑھتی نظر آتی ہیں۔

ابن خلدونؒ نے (جو ایک عرصہ تک اس شہر میں وزیر اور قاضی رہے ہیں) لکھا ہے کہ بجایہ ایک

بربری قبیلے کا نام تھا جو زمانہ قدیم سے یہاں رہتا تھا۔اسی نام پر بستی کا نام بجایہ مشہور ہوگیا۔ پانچویں صدی ہجری کے وسط تک یہ ایک چھوٹی سی بندرگاہ تھی جس کے آس پاس اس بربری قبیلے کے کچھ مکانات تھے،کوئی قابل ذکر شہر نہ تھا،تقریباً 455ھ میں حمادی خاندان کے ناصر بن علناس نے مرکز سے بغاوت کر کے اسے ایک شہر کی حیثیت دی اور اسے اپنا پایہ تخت بنایا۔(معجم البلدان للحموی ص 239 ج 1)

منصور حمادی کے عہد حکومت 481ھ تا 498ھ میں بجایہ ایک ترقی یافتہ شہر بن چکا تھا،منصور نے یہاں ایک شاندار محل تعمیر کیا،ایک عظیم الشان جامع مسجد بنوائی،جس کا مینار 60 فٹ بلند تھا اور اس میں 17 برآمدے تھے اسی کے دور میں پانی کی سپلائی کے لئے جبل قواریہ سے شہر تک معلق پل تعمیر کئے گئے جن کے ذریعے پہاڑی چشموں کا پانی شہر تک پہنچایا جاتا تھا، یہ شہر مغرب اوسط کا ایک عظیم تجارتی مرکز بن گیا، یہاں کے پہاڑوں میں لوہے کی کانیں موجود تھیں، اس لئے یہاں سے لوہا دور دور تک برآمد ہوتا تھا،سمندر کے قرب اور پہاڑوں اور سبزہ زاروں کی وجہ سے یہ شہر بہت خوبصورت سمجھا جاتا تھا،موسم معتدل اور آب و ہوا صحت بخش تھی ،اس لئے لوگ دور دور سے یہاں آ کر آباد ہونے لگے، یہاں اسلامی علوم کی بڑی درسگاہیں بھی قائم تھیں اور بڑے بڑے علماء یہاں سے پیدا ہوئے۔

بجایہ بحر متوسط کے جس کنارے پر واقع ہے اس کے بالمقابل دوسرے کنارے پر اندلس پھیلا ہوا ہے چنانچہ اندلس کے لوگ جب مشرقی ممالک کا سفر کرتے تو بجایہ ان کی اہم منزل ہوتی ۔پھر جب اندلس میں طوائف الملوکی کا دور آیا تو سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور اس کے اثرات بد سے عاجز آ کر بہت سے اہل علم نے اندلس سے ہجرت کی تو بجایہ کو اپنا مستقر بنایا۔بعد میں جب مراکش کے یوسف بن تاشفین نے اندلس پر موحدین کی حکومت قائم کی تو اندلس کے بہت سے علماء فضلاء کا رابطہ شمالی افریقہ کے ممالک سے بڑھ گیا اس دور میں بھی بہت سے علماء اندلس سے آ کر بجایہ میں مقیم ہوئے۔(جاری ہے)

❁❁❁

تبصرہ کتب

تصانیف: حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالواحد صاحبؒ

تبصرہ: مفتی شعیب احمد صاحب
دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ لاہور

مسنون عمرہ

مطبوعہ: دارالتقویٰ ٹرسٹ، لاہور (۱۴۳۸ھ)، صفحات: ۱۹۲

عمرے کا رجحان زیادہ ہونے کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ صرف عمرے کا مواد بھی الگ کر کے طبع کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا کر دیا گیا اور ساتھ میں موقع بہ موقع کی دعائیں ادارہ ''جامعہ دارالتقویٰ'' نے اپنے طور پر شامل کر دی ہیں۔

ترجمہ بدائع الصنائع (جلد ششم)

مطبوعہ: شعبہ مطبوعات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، طبع اول: ۱۹۹۱ء، طبع دوم: ۲۰۱۳ء، صفحات: ۶۹۲

''بدائع الصنائع'' فقہ کی اپنے اسلوب کے لحاظ سے بڑی اہم اور اچھوتی کتاب ہے۔ مسائل کی ترتیب بھی منطقی ہے اور دلائل کا انداز بھی دلنشیں ہے۔ فقیہ و محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''بدائع میں فقہ کی لم (علل) ہے۔'' دیال سنگھ لائبریری نے ''بدائع'' کا اردو ترجمہ کروایا، ''کتاب البیوع'' کا ترجمہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ لیکن چونکہ ایک تو باقاعدہ تصنیف نہ تھی بلکہ ایک تصنیف کا ایک حصہ ہے دوسرے وہ ابتدائی کام تھا اس لیے حضرت نے بعد میں اسے اپنی کتابوں کی فہرست میں کبھی شمار نہیں کیا۔

تنقیدی تحریرات

حضرت کے قلم سے جہاں دین کی نشرواشاعت کی مقدار اور معیار کے اعتبار سے بہت بڑی مثبت خدمت اللہ نے لی، وہیں ایک نمایاں خدمت دین کی صحیح تعبیر کی حفاظت کی صورت میں بھی لی۔ تنقیدی تحریرات اگرچہ مثبت اور تحقیقی تحریرات کے مقابلے میں حجم کے اعتبار سے کہیں کم ہیں لیکن اپنے معاصرین میں حضرت اس حوالے سے امتیازی مقام کے حامل ہیں کہ انہوں نے کوئی قابل ذکر فتنہ ایسا نہیں چھوڑا جسے راہ حق دکھانے کی سعی نہ فرمائی ہو۔ حضرت کی تصنیفات کا یہ حصہ درج ذیل حدیث کی مجسّم تصویر معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاھلین۔

ترجمہ: اس علم (دین) کے حامل ہر آنے والی نسل سے انصاف پرست لوگ ہوں گے۔ جو غلو پسند لوگوں کی تحریف کو ختم کریں گے اور باطل پرست لوگوں کی جعل سازی اور جہالت پرستوں کی تاویلوں کو دین سے دور کریں گے۔

دین کی صحیح تعبیر اور تصورات پر بیرونی حملے ہوں یا اپنے نادانوں کی نادانیاں حضرت ڈاکٹر صاحب نے ہر ایک کی بروقت خبر لی اور درج ذیل تحریریں سپرد قلم کر کے اہل علم کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا۔ **جزاہ اللہ عنا و عن سائر اھل العلم خیر الجزاء**

ڈاکٹر اسرار احمد، افکار و نظریات

مطبوعہ: دارالامین، لاہور (۱۴۲۲ھ)، صفحات: ۱۰۶۔ مکتبہ مدنیہ لاہور (۱۴۱۰ھ)، صفحات: ۳۵۲

یہ حضرت کی پہلی تصنیف تھی جو ایک ایسے صاحب کے افکار کے علمی تجزیہ پر مشتمل تھی جن کے بارے میں بعض حضرات شاید ابھی بھی تذبذب اور تردد کا شکار ہوں، حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں بہت عالمانہ انداز میں ڈاکٹر اسرار احمد کی بنیادی فکری غلطیوں کو کھولا ہے اور مضبوط نقد و گرفت فرمائی ہے۔ حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب رحمہ اللہ جیسے سکہ بند محقق و مصنف نے بھی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد نہ صرف تحسینی خط لکھا بلکہ انعام بھی عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ بعض باتوں کا علم مجھے اس کتاب کے مطالعے سے ہوا جیسے ڈاکٹر

رفیع الدین کا نظریہ ارتقاء۔

تحفہ غامدی

مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور (۱۴۲۳ھ)، صفحات: ۶۴

معروف مجتہد اور زمانے کے تقاضوں پر دین کی اساسی تعبیر میں تبدیلیاں کرنے اور کرتے ہی چلے جانے والے صاحب جاوید احمد غامدی صاحب جو آج اباحت پرستوں کے لیے سکہ رائج الوقت ہیں ان کے افکار ضالہ اور الحاد پر بہت کچھ لکھا جا رہا ہے، مگر حضرت ڈاکٹر صاحب نے ان کے افکار کی آج سے اٹھارہ برس قبل (یعنی ۱۴۲۳ھ میں) خبر لی، اور ان کی بنیادی اصولی غلطیوں بلکہ گمراہیوں اور بدفہمیوں کو کھولا جیسے سنت کے ضمن میں حدیث کا انکار، قطعی الدلالت کی بحث، احسان اور تصوف کو گمراہی سمجھنا، انکار نزول عیسی علیہ السلام وغیرہ۔

اصولی طور پر غامدی پر جو تنقید حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس وقت کی آج بھی اس کی اہمیت اور وقعت اسی طرح برقرار ہے، اس حلقے کی جانب سے تاحال اس نقد کا جواب نہیں آیا۔

تحفہ اصلاحی

مطبوعہ: دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور، (۱۴۲۴ھ) صفحات: ۱۳۸

امین احسن اصلاحی صاحب اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' کی وجہ سے معروف ہیں ان کا علمی پس منظر یہ ہے کہ وہ مولانا شبلی نعمانی کے خالہ زاد بھائی مولانا حمید الدین فراہی کے شاگردِ خاص تھے۔ اصلاحی صاحب ایک عرصے تک جماعت اسلامی کے مفکر اور مودودی صاحب کے دست و بازو بھی رہے۔

جاوید احمد غامدی انہیں اپنا استاد بلکہ امام مانتے اور کہتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد بھی ان سے تلمذ کی نسبت پر فخر کیا کرتے تھے، بلکہ ''تدبر قرآن'' کے ناشر بھی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب ہی تھے۔ بقول غامدی صاحب حمید الدین فراہی صاحب نے قرآن فہمی کی ایک نئی بنیاد استوار کی ہے جو نظم قرآن اور عربیت کے فہم پر مبنی ہے یعنی کسی آیت کی مراد کا حتمی تعین اس سے نہیں ہوگا کہ حدیث کیا کہتی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کہتے ہیں یا امت کی اجماعی رائے کیا ہے؟ بلکہ اس کا حتمی تعین خود قرآن کے الفاظ سے ہوگا یعنی گویا حتمی اتھارٹی خود قرآن پر غور کرنے والے کا ذہن ہے۔ امین احسن اصلاحی بھی اسی بنیاد کے داعی اور اسی فکر پر تفسیر کی

عمارت اٹھانے والے تھے، اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ فکر فراہی ''تدبر قرآن'' کی صورت میں منصۂ شہود پر آئی ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے امین احسن اصلاحی کی ''تدبر قرآن'' اور مبادی تدبر حدیث اور اصلاحی صاحب کے دیگر افکار پر عالمانہ نقد وتبصرہ فرمایا جس میں ان کی فکر کی بنیادی غلطیوں کو کھولا ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد پر نقد ہو یا اصلاحی پر اس نقد میں طلبہ کے ہاتھ بہت سی علمی اور مفید باتیں آتی ہیں اور وہ باتیں ملتی ہیں جو عام کتابوں میں نظر نہیں آتیں۔

اس تحریر کا جواب بھی تا حال نہیں آیا نہ اصلاحی صاحب کے حقیقی تلامذہ سے اور نہ معنوی شاگردوں سے۔ بہر حال! اہل حق کی ذمہ داری تو حق کی وضاحت ہے، لٹھ لیکر پیچھے پڑنے سے تو رہے کہ ہمیں اور بھی کام کرنے ہیں اور ان لوگوں کو سوائے فکر انتشار کے اور کوئی کام نہیں۔

عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی

مطبوعہ: دار الامین، لاہور (۲۰۱۴ء)، صفحات: ۴۲۸

جاوید احمد غامدی صاحب کے تلامذہ میں اسلام کے اساسی اصولوں سے منحرف اور عصر حاضر کے تقاضوں اور ہوّوں سے مرعوب ایک معتد بہ جماعت ہے مگر ان میں مولانا زاہد الراشدی صاحب کے صاحبزادے عمار خان ناصر خاص طور سے قابل ذکر ہیں کہ یہ ایک علمی خانوادے کے فرزند ہونے اور دینی علوم حاصل کرنے کے بعد اپنا سارا علم وفضل اور نسبتیں غامدی صاحب کے افکار پر نچھاور کرنے والے آدمی ہیں۔ عمار خان ناصر صاحب وسیع المطالعہ، لکھنے کا سلیقہ رکھنے والے باصلاحیت آدمی ہیں مگر جب فکر منحرف ہو تو سوائے افسوس کے کیا کیا جا سکتا ہے۔ معتزلہ کے جبال علم کی ذہانتوں کا ماتم کرنے کے علاوہ اور چارہ ہی کیا ہے، ہزار اخلاص کے باوجود اور ہزار وسعت علمی اور صلاحیتوں کے باوجود قبولیت تو اسی کو ہوگی جو اسلام کی تعبیر انہیں دائروں میں رہ کر کرے، جنہیں اہل سنت نے اپنے ''علمی مسلمات'' قرار دے رکھا ہے، کہ وہی **ما انا علیہ و اصحابی** کے ترجمان ہیں۔

عمار خان ناصر صاحب نے اپنی علمی صلاحیتیں غامدی وفراہی کے نقطۂ نظر کے ترجمانی کے لیے وقف کر رکھی ہیں، ان کے بے بنیاد دعووں کو علمی ذخیرے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر علمی بنیادیں فراہم کرنا ان کی زندگی کا ہدف ہے۔ کاش! یہ صلاحیتیں امت کی علمی خدمت میں صرف ہوتیں تو کچھ فائدہ بھی ہوتا۔ چند سال قبل عمار خان صاحب ''حدود وتعزیرات چند اہم مباحث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں غامدی کے نظریات

کو قابل قبول بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اس کے لئے امت کے علمی مسلمات پامال کیے اور اجماع کو بھی لتاڑا کیونکہ اصل میں متجددین کے لیے اجماع ہی قلعے کی فصیل ہے جس میں اسلام کا اساسی ابدی ڈھانچہ محفوظ ہے۔ اس کے بعد توہین رسالت کے ملکی قانون میں تبدیلی کا چور دروازہ دکھایا اس کے بعد فراہی اور غامدی کے تصور جہاد کو مدلل کرنے کی کوشش کی۔ اس سے کچھ عرصہ قبل مسجد اقصی کو یہودیوں کے حوالے کرنے کی پھلجڑی چھوڑ چکے تھے۔ اللہ جزائے خیر دے حضرت ڈاکٹر صاحب کو کہ حضرت نے جیسے آباء واجداد (اصلاحی، غامدی اور ڈاکٹر اسرار) کی خبر لی، ایسے ہی ان کے انڈے بچے کو بھی اپنی شفقت ناصحانہ سے محروم نہیں چھوڑا۔ چنانچہ ''حدود وتعزیرات''، ''مسجد اقصی'' اور ''توہین رسالت'' کے مسئلہ پر حضرت نے خود قلم اٹھایا اور احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا، جب کہ جہاد کے موضوع پر بندے کو لکھنے کا حکم دیا اور مضمون کی تصدیق اور تصویب فرمائی۔

ان چاروں تحریرات کے مجموعہ کا نام ''عمار خان کا نیا اسلام اور اس کی سرکوبی'' ہے۔ اس کتاب کا بھی دوسرا ایڈیشن چل رہا ہے۔

قرآن کو قرآن کے مطابق سمجھئے

مطبوعہ: جامعہ مدنیہ کریم پارک، لاہور (۱۴۲۱ھ، و ۱۴۲۵ھ) صفحات: ۵۶

لاہور کے ایک باسی ڈاکٹر قمر زمان نے انکار حدیث کے افکار کا پرچار شروع کیا تو حضرت نے اس پر قلم اٹھایا اور ناصحانہ انداز میں حق بات کو واضح کیا، ڈاکٹر قمر زمان کی حضرت ڈاکٹر صاحب سے بالمشافہ ملاقات بھی ہوئی، مگر جب دل پر مہر ہو تو حق بات قبول کرنے کی استعداد ہی ختم ہو جاتی ہے تو معاملہ وہیں کا وہیں رہا۔ ع

بسا آرزو کہ خاک شدہ

پہلے یہ تحریر ''حدیث رسول سے عداوت کیوں؟'' کے نام سے شائع ہوئی۔ پھر اضافوں کے ساتھ ایک سال بعد ''قرآن وحدیث سے عداوت کیوں؟'' کے نام سے شائع ہوئی۔ پھر مزید اضافوں کے ساتھ اور کچھ دیگر لوگوں کے نظریات کی تردید کے ساتھ مذکورہ بالا تحریر ''قرآن کو قرآن کے کہے کے مطابق سمجھئے'' کے نام سے شائع ہوئی۔ منکرین حدیث کے نظریات سمجھنے اور ان کے جوابات کے لیے مختصر مگر مفید مواد ہے۔

❁❁❁

آپ کے مسائل کا حل

دارالافتاء والتحقیق

مسافر امام چار رکعتیں پڑھادے تو مقیم مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟۔

سوال: اگر مسافر آدمی بھول کر پوری نماز پڑھادے اور پیچھے مقتدی کچھ مقیم ہوں اور کچھ مسافر اور عشاء کی نماز ہو تو کیا حکم ہے؟۔ نیز وتروں کے بارے میں بھی بتادیں کیونکہ وتر بھی پڑھائے ہیں۔

جواب: اگر مسافر آدمی بھول کر عشاء کی نماز یا چار رکعت والی کوئی بھی نماز پوری پڑھادے اور پیچھے مقیم مقتدی بھی ہوں تو ایسی صورت میں مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی لیکن خود پڑھانے والے کی اور مسافر مقتدیوں کی ہوجائے گی۔ البتہ وتر سب کے ہوجائیں گے، وتر اور عشاء کی نماز میں اگرچہ ترتیب واجب ہے تاہم سہو یا نسیان کی وجہ سے یہ ترتیب ساقط ہوجاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتوی نمبر: 301/15)

سفر کی قضا نماز اور سفر کی حالت میں سنتوں کا حکم

سوال: 1۔ سفر میں جو قصر نماز ہوتی ہے اگر وہ سفر میں ہی قضا ہوجائے اور قضا کرنے سے پہلے ہی آپ اپنے شہر واپس آجائیں تو قضاء نماز قصر پڑھیں گے یا پوری؟۔

2۔ دوسری بات یہ ہے کہ سفر میں قصر نماز ہوتی ہے۔ اس کے اندر سنتیں نہیں پڑھی جاتیں۔ اگر

پھر بھی کوئی سنتیں یا پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا سفر میں فجر کی سنتیں پڑھنا ضروری ہے؟۔

جواب:1۔جو نماز سفر میں قضا ہو جائے مقیم ہونے کے بعد بھی اس کی قضا قصر ہی پڑھیں گے۔

2۔سفر میں اگر کسی جگہ آدمی ٹھہرا ہو تو سنتیں پڑھنی چاہئیں اور اگر سفر کر رہا ہو تو سنتیں چھوڑی جاسکتی ہیں البتہ فجر کی سنتیں سفر کے دوران بھی پڑھنی چاہئیں۔سفر میں فرض نماز ہر حال میں قصر ہی کرنی ہے جان بوجھ کر فرض نماز پوری پڑھنا جائز نہیں۔

(فتوی نمبر:15/185)

زم زم کے علاوہ کوئی اور پانی کھڑے ہو کر پینا۔

سوال: کیا زمزم کے علاوہ کوئی اور پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے؟۔

جواب: زمزم کے علاوہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا جائز ہے۔

فتاویٰ شامی:(1/275) میں ہے:

إنه لا كراهة فيهما في الشرب قائماً بخلاف غيرهما.....فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتوی نمبر:15/210)

عورتوں کا گرمی کی وجہ سے بالوں کو باندھنا۔

سوال:1۔گرمی کی وجہ سے اگر گدی پر بالوں کو جمع کر کے باندھ لیا جائے تو کیا یہ جوڑے کے حکم میں ہے؟۔

2۔کیا اس میں نماز ہو جائے گی؟۔

3۔اور نقلی بالوں کا جوڑا لگانے کا کیا حکم ہے؟

4۔اپنے بالوں کا جوڑا بنانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:1۔عورت کے لیے اپنی گدی پر بالوں کو جمع کرنا جوڑے میں داخل نہیں۔

2۔ہو جائے گی۔

3 نقلی بالوں سے کیا مراد ہے؟

4۔گدی کے پیچھے اپنے بالوں کا جوڑا بنانا جائز ہے۔واللہ تعالی اعلم

(فتوی نمبر:7079)

عورتوں کا ڈرائیونگ کرنے کا حکم

سوال: ہمارا تعلق ایک متوسط کاروباری گھرانے سے ہے اور گھروں میں عام طور سے ڈرائیور کی ضرورت ہوتی ہے اور ڈرائیور تقریبا بیس ہزار روپے ماہانہ پڑتا ہے جو کہ مشکل ہوتا ہے۔ہمارے خاندان میں مستورات گاڑی چلانا سیکھ رہی ہیں اور ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم خود ہی گاڑی چلالیا کریں گی اور ان کے کہنے کے مطابق خود گاڑی چلانے میں مردوں سے واسطہ نہیں پڑتا۔اس مسئلہ میں برائے مہربانی رہنمائی فرمادیجئے۔

جواب: عورتیں اگر شرعی پردے کا لحاظ کرتے ہوئے ڈرائیونگ کریں تو بوقت مجبوری اس کی گنجائش ہے۔تاہم مسلمانوں کے معاشرے میں عورتوں کی ڈرائیونگ کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔اور جس چیز کو مسلمانوں کا معاشرہ معیوب سمجھے وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی معیوب ہوتی ہے۔نیز بعض اوقات عورتوں کی ڈرائیونگ کی صورت میں ناخواشگوار واقعات بھی پیش آجاتے ہیں۔اس لیے عورتوں کی ڈرائیونگ کو مجبوری کے حالات تک ہی محدود رکھنا چاہیے بالخصوص وہ حضرات جو دینی حوالے سے ایک خاص شناخت رکھتے ہیں۔فقط واللہ تعالی اعلم

(فتوی نمبر:15/251)

12 ربیع الاول کو محفل قراءت،نعت و بیان کا حکم۔

سوال: 12 ربیع الاول والے دن جو محفل قراءت ونعت و بیان وغیرہ ہوتے ہیں ان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟۔

جواب: مروجہ محفل قراءت ونعت تو بذات خود مکروہ ہیں اور بیان کی محفل تخصیص دن کی وجہ سے

بدعت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر:1/196)

میلاد کی شرعی حیثیت، اس میں شرکت اور عمرے کا ٹکٹ حاصل کرنا

سوال:1۔مروجہ میلاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟۔

2۔اس میں شریک ہونا معصیت ہے یا باعث ثواب؟۔

3۔اس میں قرعہ اندازی میں عمرے کا ٹکٹ حاصل کرنا اور اس سے عمرہ کرنا یا اس رقم سے استفادہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟۔

جواب:1۔مروجہ محافل میلاد بدعت ہیں۔

2۔ان میں شریک ہونا ناجائز ہے۔

3۔سب ناجائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(فتویٰ نمبر:1/235)

❁❁❁

www.darultaqwa.org

جامعہ دارالتقویٰ کے زیر اہتمام

چھوٹی بچیوں کیلئے تعلیم قرآن کا معیاری نظام

بیت التقوی

قرآن کریم کی معیاری تعلیم بچوں کے ساتھ ساتھ بچیوں کیلئے بھی ضروری ہے۔ ایک بچی کی دینی تعلیم و تربیت پورے خاندان کے سنور جانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔

اس بات کے پیش نظر جامعہ دارالتقوی نے ہر ہر محلے کی سطح پر بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کیلئے بیت التقوی کے نام سے ایک نظام ترتیب دیا ہے۔ جس میں قرآن کریم کی معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی معیاری انتظام ہے۔

آپ بھی اپنے علاقے میں یہ ترتیب شروع کریں اور فروغ علم دین کے اس عظیم سلسلے کا حصہ بن جائیں۔

والسلام

جماعت بیت التقوی

مرکز بیت التقوی: فاطمۃ الزہراء، گارڈن ٹاؤن لاہور فون 042-35838794

آن لائن تشہیرات اردو

سوشل میڈیا پبلسٹی بینرز | آن لائن سہولت کے ساتھ

کمپنی لوگو | درخواستیں | فلیکس | اشتہار | کتابیں

منزل | سی وی | چہل حدیث | نورانی قاعدہ | بچوں کی بکس

ایڈورٹائزنگ کنسلٹینسی

کمپوزنگ | شیلڈز | مکانوں کے نقشہ جات | پمفلٹ

0307.6730313

اب آپ کا پیغام ایک کلک پر دیکھے سارا جہان

Arqam.farooqi@gmail.com | اردو تشہیرات

گھر بیٹھے ہی اپنے پروگرامز کاروبار، دوکان، اپنے سکول و کالج اور اکیڈمی کی تشہیری پوسٹیں بنوائیں اپنی مرضی کی اور اپ لوڈ کریں سوشل میڈیا پر

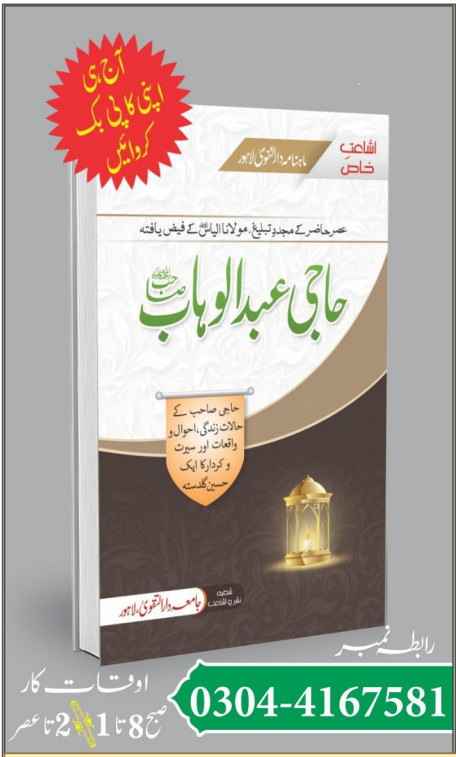

رابطہ نمبر
0304-4167581
اوقات کار
صبح 8 تا 1 و 2 تا عصر

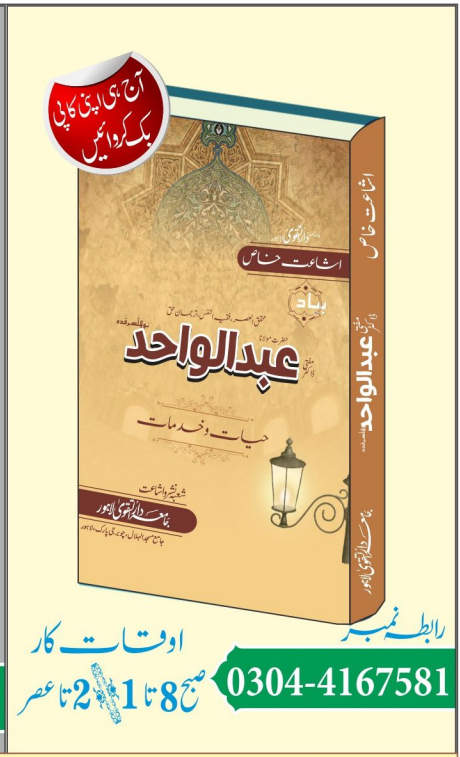

رابطہ نمبر
0304-4167581
اوقات کار
صبح 8 تا 1 و 2 تا عصر

ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے والا

تربیتی، اصلاحی اور تبلیغی رسالہ

تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات کی موثر تشہیر کے لئے ماہنامہ دارالتقویٰ کا انتخاب کریں

جامعہ دارالتقویٰ

کی جانب سے واٹس ایپ (Whatsapp) پر

روزانہ حدیث کا سلسلہ جاری ہے

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر روزانہ حدیث حاصل کر سکتے ہیں۔

روزانہ حدیث حاصل کرنے کے لیے اپنے واٹس ایپ سے TAQWA لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔

دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک ملتان روڈ لاہور

042-37414665
www.darultaqwa.org
darultaqwa.online@gmail.com
/jamiadarultaqwa

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE
CPL No.338